وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا ٱلۡقُرۡءَانَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِن مُّدَّكِرٍ

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے

جلد 7	شمارہ 10	ذی الحجہ 1434ھ	اکتوبر 2013ء

ISSN 2305-6231

خصوصی اشاعت : الصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حافظ مختار احمد گوندل

پروفیسر خلیل الرحمٰن

محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون ونگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین وگرافکس: سعد حسن خان

قانونی مشاورت:

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زربنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زر تعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زر تعاون: اندرونِ ملک 400 روپے، قیمت فی شمارہ 40 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com - www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَآلَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات	5
3	حرفِ آرزو	8
4	باب 1 تمہید	13
5	باب 2 لغوی بحث	21
6	باب 3 اہل علم کی تحریریں	35
7	باب 4 درود شریف پڑھنے کے 40 محل ومقامات	47
8	باب 5 رسولِ رحمت ﷺ کی رحمت للعالمینی کی پھوار اُمت پر	61
9	حاصل کلام	157

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

❶ سورۃ الاحزاب 43

هُوَ الَّذِیْ يُصَلِّیْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ

وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی

لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا O

اور اللہ تو اہل ایمان پر مہربان ہے

---

❷ سورۃ الاحزاب 56

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

اللہ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر دُرود بھیجتے ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

اے اہل ایمان! تم بھی آپ ﷺ پر درود اور سلام بھیجا کرو

③ سورۃ النساء 65

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ مؤمن نہیں ہوں گے

حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں

ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ

اور جو فیصلہ آپ کردیں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں

وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا O

بلکہ اس کو خوشی سے تسلیم کرلیں

④ سورۃ النساء 94

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا

اے اہل ایمان! جب تم اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا

اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو

تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرو

فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ

سو اللہ کے ہاں (تمہارے لیے) بہت زیادہ غنیمتیں ہیں

كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا

پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو (آئندہ) تحقیق کرلیا کرو

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا

اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو سب کی خبر ہے

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا

''جو مجھ پر ایک بار صلوٰۃ بھیجے، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے'' مسلم، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ، وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ

''جو مجھ پر ایک بار صلوٰۃ بھیجے، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کی دس خطائیں معاف کردی جاتی ہیں اور اس کے دس درجے بلند کردیے جاتے ہیں'' (النسائی، عن انس رضی اللہ عنہ)

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا صَلَّى عَلَيَّ، فَلْيُقَلِّلْ عَبْدٌ مِنْ ذٰلِكَ أَوْ لِيُكْثِرْ

''جو مجھ پر جتنا درود بھیجتا ہے فرشتے اس کے لئے اتنا ہی استغفار کرتے ہیں۔ اب بندہ چاہے تو تھوڑا بھیجے اور چاہے تو زیادہ بھیجے۔''

(شعب الایمان، عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ)

أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً

''قیامت کے دن لوگوں میں سے میرے قریب ترین وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ صلوٰۃ بھیجنے والا ہوگا'' (ترمذی، عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِى الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِى مِنْ أُمَّتِى السَّلَامَ (النسائی، عن عبداللہ ﷺ)

''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں چلتے پھرتے رہتے ہیں اور وہ میرے اُمت کے سلام مجھے پہنچاتے ہیں''۔

البَخِيلُ الَّذِى مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَىَّ

''بخیل (اور کنجوس) وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود بھی نہ بھیجے''۔(ترمذی، عن حسین ﷺ)

مَنْ نَسِىَ الصَّلَاةَ عَلَىَّ، خَطِئَ طَرِيقَ الْجَنَّةِ

''جو شخص مجھ پر صلوٰۃ بھیجنا بھول ہی گیا وہ جنت کے راستہ سے بھٹک گیا''(ابن ماجہ، عن ابن عباس)

رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَىَّ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهُ أَبَوَاهُ الكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الجَنَّةَ

''ذلیل وخوار ہو وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ اس وقت بھی مجھ پر صلوٰۃ نہ بھیجے اور اسی طرح ذلیل وخوار ہو وہ شخص جس کے سامنے رمضان کا (رحمت و مغفرت والا) مہینہ آئے اور اس کے گزرنے سے پہلے اس کی مغفرت نہ ہو اور ذلیل وخوار ہو وہ آدمی جس کے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک اس کے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں اور وہ (ان کی خدمت کرکے) جنت کا استحقاق حاصل نہ کرلے''۔(ترمذی، عن ابی ہریرۃ ﷺ)

إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ وَصَلُّوا عَلَيَّ؛ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِي الْوَسِيلَةَ؛ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ (النسائی،عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ)

''جب مؤذّن کو سنو تو اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے اور (اذان کے بعد) مجھ پر صلوٰۃ بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار صلوٰۃ بھیجے، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے، پھر تم میرے لیے اللہ سے وسیلہ طلب کرو، کیونکہ یہ جنت میں ایک منزل (مقام ومرتبہ) ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک ہی بندے کے لیے ہے، میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ جس نے میرے لیے وسیلہ کو طلب کیا اس کے لیے سفارش کرنا حلال ہو گیا''۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ، حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ صلی اللہ علیہ وسلم

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دُعا آسمان اور زمین کے درمیان روک لی جاتی ہے، اُوپر نہیں جاتی یہاں تک کہ تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ نہ بھیجو'' (رواہ الترمذی)

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا

حرفِ آرزو

انجینئر مختار فاروقی

1

دوستوں کے اس سوال کا جواب ہمارے ذمّہ ہے کہ ماضی قریب میں اور آج بھی بہت سے دینی مزاج کے جرائد شائع ہوتے ہیں۔ مختلف جرائد نے قرآن نمبر، سیرت نمبر، جہاد نمبر، فلسطین نمبر، کشمیر نمبر، علامہ اقبال نمبر کے علاوہ کئی عنوانات، شخصیات، اہم عالمی واقعات پر خصوصی اشاعتوں کا اہتمام کیا اور ان میں سے بعض کاوشیں اتنی عظیم تھیں کہ یادگار بن گئیں تاہم 'الصلوٰۃ والسلام' کا عنوان اہل علم اور صاحبانِ قلم کی توجہ حاصل نہ کرسکا۔

'سوال' تو واقعی اَہم ہے اور اس کی وضاحت ہم اپنی سعادت سمجھ کر ہی کر رہے ہیں مزید یہ کہ اس طرح احاطہ تحریر میں آجانے سے یہ وضاحت محفوظ ہو جائے گی اور سند رہے گی۔

'الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولِ اللہ' پر حکمت بالغہ کی خصوصی اشاعت شائع کے فیصلے اور اعلان کے پس منظر میں دو سال پر پھیلے ہوئے واقعات ہیں جو اس کے اعلان کا باعث بنے اور اب بحمد اللہ خالصتاً اسی (سبحانہ وتعالیٰ) کی توفیق و تائید سے شائع ہو کر قارئین تک پہنچ جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

حکمت بالغہ کی گزشتہ خصوصی اشاعت ستمبر 2012ء میں 'یاجوج ماجوج نمبر' تھا اور تقریباً ایک سال قبل سے اس اشاعت کی تیاری کے لئے مطالعہ اور مواد کی فراہمی کا کام جاری تھا۔

'یاجوج ماجوج' سے متعلق جو عام کتابیں اور مضامین میسّر تھے وہ دیکھے تو تشفی نہیں ہوئی کہ تقریباً گزشتہ ایک ہزار سال سے اس موضوع پر یکساں باتیں (بلکہ نقل در نقل) سامنے آرہی ہیں حالانکہ انسانی علوم، سائنس، فزکس، سیاحت، جغرافیہ، روئے ارضی کی معلومات، خاندانوں

نسلوں اور قبائل کی ابتداء پر اس عرصہ میں بات بہت آگے جا چکی ہے اور ہزاروں لاکھوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں جو اس موضوع پر تحقیق و جستجو میں مدد دے سکتی ہیں۔ اس صورتِ حال کی وجہ سے 'یاجوج ماجوج' پر خصوصی اشاعت کے اعلان کے بعد ـــــ راقم کو تاریخ انسانی کے بارے میں بالخصوص تہذیب و ترقی اور معاشرت و تمدن کے ارتقاء پر کافی مطالعہ کرنا پڑا۔ اس موضوع پر جب قدیم قبائل کی زندگی، معاشرت، عقائد، رسومات، رہن سہن، اَکل و شرب اور بالخصوص نسل انسانی کے پھیلاؤ کے لئے 'مرد و زن' کے تعلّقات کے موضوع بہت سارا مواد نظروں کے سامنے آیا ـــــ تو طبیعت بہت زیادہ مکدّر رہوئی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا تو قرآن مجید نے مختصراً ذکر کر دیا مگر ایسی بے شمار تہذیبیں اُٹھیں اور پھلیں پھولیں، ایسے قبائل، علاقے اور ممالک سامنے آئے اور ان میں سے بعض آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی موجود ہیں اور اخلاق لحاظ سے بہت گرے ہوئے ہیں، اکل و شرب اور معاشرتی اُصولوں میں حیوانات سے بھی بدتر معیار پر اُتر آئے ہیں۔ اس مطالعہ کا حاصل جو قرآنی تعلیمات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی روشنی میں بن پڑا وہ ہم نے ستمبر 2012ء میں بڑے جتن کر کے شائع کر دیا مگر ـــــ طبیعت پر انسانی معاشرتی اثرات کا اَسفَل السَّافِلِین والا نقشہ گھومتا رہا۔

اسی شش و پنج میں دل نے مشورہ دیا کہ اس 'معلوماتی کرب' کا توڑ یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و صداقت کے بارے میں مطالعے پر توجہ کی جائے تاکہ ذہن کو ایک معطر گوشہ میسّر آ جائے گا تو اُمید ہے کہ سابقہ تعفّن والی کیفیت زائل ہو جائے گی۔ انسانی نفسیاتی مسئلہ ہے کہ صرف مشورہ کی حد تک بات ہو تو مشورہ کتنا ہی صائب اور منافع بخش ہی کیوں نہ ہو آج کے دور میں اپنی اصل مصروفیات کو چھوڑ کر کسی دوسرے مشن کے پیچھے لگ جانا مشکل ہوتا ہے لہٰذا ذہنی فیصلے کے باوجود سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر مطالعہ کے لئے 'کما حقہٗ' وقت میسر نہ آ سکا۔ لہٰذا، دل نے یہ مشورہ دیا کہ اس کے لئے ایک خصوصی اشاعت کا اعلان کر دو پھر اس کام کے لئے خواہی نخواہی وقت نکالنا پڑے گا اور یہ کام ہو جائے گا چنانچہ مشورہ کے بعد موجودہ عنوان پر حکمت بالغہ کی خصوصی اشاعت کا اعلان اوّلاً (فروری 2013ء) کے رسالہ میں شائع کیا گیا اور دوستوں اور سرپرستوں سمیت اہل علم سے

درخواست کی گئی کہ اس ضمن میں کتابوں، تحریروں، مضامین کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ اپنی تحریروں کے ذریعے اس کام میں 'تعاون علی البر' فرمائیں۔۔۔۔۔ اور قدرے تاخیر سے سہی اب بحمداللہ ہماری یہ مساعی اشاعت کے مرحلے میں داخل ہو رہی ہیں۔

اس خصوصی اشاعت کے اعلان کے وقت ہمیں (اور ہمارے معاون عملے) کو اپنی خوش نصیبی اور خوش بختی کا اندازہ نہیں تھا مگر اس عنوان پر مطالعے اور غور و فکر سے اپنی سوچ، نظریات اور فکر کی تطہیر کا کام ہوا ہے وہ اپنی جگہ بڑا اہم ہے۔ تاہم اس دوران اس مطالعے سے اس عنوان کے جو نامعلوم (اپنی علمی کوتاہی کی وجہ سے) گوشے سامنے آئے اس نے طبیعت میں آپ ﷺ سے عقیدت، احترام، تسلیم و وفاداری کے جذبات اور درود و سلام کی کثرت کے خوشگوار دریچے کھول دیئے ہیں جس سے اب ذہنی طور پر سکون کی کیفیت میسر آ گئی ہے۔ فللّٰہ الحمد و المنّة

2

احسانِ الٰہی سبحانہ وتعالیٰ

'الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ' کے عنوان سے اس خصوصی اشاعت کے لئے ہماری کوشش اور ہمارے دوستوں اور احباب کی محنت کے باوصف یہ سراسر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور اس اشاعت کی آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کی نسبت کی عظمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس راہ کی مشکلات کو آسان فرمایا اور پیش کرنے کے قابل ایک تحریر سامنے آ گئی اور پھر اس اشاعت کی ترتیب و تالیف بھی اس قابل بنا دی کہ ہم اپنے اعلان کے مطابق یہ وعدہ ایفاء کرنے کے قابل ہو گئے اس پر راقم اور ادارہ کے تمام کارکنان اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں اور آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھ رہے ہیں کہ ہمیں یہ سعادت میسر آ گئی۔

؎ یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

3

اس اشاعت میں ہمارے بعض احباب کو یقیناً تشنگی اور کمی کا احساس دامن گیر ہوگا اس لئے کہ ہمارے ہاں عام اسلوب اور طرزِ فکر و عمل یہ ہے کہ ہم دین کے جس موضوع پر (زبان و قلم

سے) گفتگو کرتے ہیں اس موضوع کو اتنا بڑھا دیتے ہیں کہ لگتا ہے کہ بس دین میں یہی گوشہ ہے اور اگر یہ توجہ کا مرکز بن جائے تو بس بیڑا پار ہے۔ دین کے باقی گوشے چاہے سامنے رہیں یا نہ رہیں۔ مثلاً 'ذکر الٰہی' کی فضلیت پر بیان میں بات یہاں تک پہنچا دیتے ہیں کہ گویا نماز سے بھی یہ افضل ہے روزہ، زکوٰۃ، حج، یتیموں مسکینوں کی امداد، سب سے افضل یہی ذکر الٰہی ہے۔ صبر، نماز، جہاد کے موضوعات بھی اسی طرح بیان ہوتے ہیں۔ حالانکہ صحیح طریقہ یہ ہوگا جب نماز کا ذکر ہو یا جہاد کا تو پورے دین کے فرائض اور دینی ذمہ داریوں کے پس منظر میں نماز کا مقام ومرتبہ واضح ہو۔ نماز کا تذکرہ ہو تو جہاد کی اہمیت مجروح نہ ہو اور جہاد کی اہمیت پر لیکچر ہو تو نماز کی اہمیت مجروح نہ ہو۔ جہاد کے تذکرے میں ذکر اللہ واستغفار کی اہمیت کم نہ ہو اور ذکر اللہ واستغفار کے بیان میں جہاد کو غیر ضروری ثابت نہ کیا جائے۔

اس اشاعت میں ہماری کوشش رہی ہے کہ دین کے پورے نظام فرائض واحکام میں اس 'درود وسلام' کا جو مقام ہے وہ واضح کیا جائے تاکہ قرآن مجید کے دوسرے احکام اور سیرت النبی ﷺ کے دوسرے پہلو از قسم جہاد وقتال و قیامِ حکومت وریاست یا نصبِ امام وعزلِ امام کی اہمیت مجروح نہ ہو۔ اپنی کوشش میں ہم کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں یہ فیصلہ قارئین کرام اس اشاعت کے مطالعہ کے بعد ہی کرسکیں گے۔ قارئین اس ضمن میں اپنے تأثرات سے مطلع فرمائیں تو ان کا احسان ہوگا اور کمی کوتاہی کا دوسرے ایڈیشن میں ازالہ کیا جاسکے گا۔

4

ہماری آرزو ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ فدویّت، وفاداری کا عہد اور آپ ﷺ کا ہر حکم ماننے کی کیفیات کا جذبہ ہمارے اندر بھی پروان چڑھے اور پھر یہی جذبہ ہمارے وجود سے پھوٹے اور درود وسلام کی کثرت سے ہماری زندگیاں منوّر ہو جائیں تو ـــــــ نتیجہ جنگ خندق کی فتح کی طرح آج مسلمانانِ عالم بالعموم اور مسلمانانِ جنوبی ایشیا بالخصوص بھی دشمنوں کے مقابلے میں فتح یاب ہوسکتے ہیں اور دشمنوں کی صفوں میں پھوٹ پڑسکتی ہے اور پاکستان کا محاصرہ ختم کرسکتے ہیں۔ یہ کامیابی سراسر آپ ﷺ سے ہم مسلمانوں کی کامل وفاداری کا یقین دلانے کے عمل سے ہی ممکن ہے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ آمین

باب 1

تمہید

☆ حرفِ آغاز

عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

درود شریف میں وارد لفظ آل سے متعلق ہمارا موقف

عہد و وفا داری ــــــ تسلیم اور سلام

آیت صلوٰۃ وسلام کا زمانۂ نزول

زبان سے صلوٰۃ وسلام کی ادائیگی کے پیچھے

ہمالیہ جیسا جذبہ درکار ہے

حرفِ آغاز

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

'الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ' کے موضوع پر گفتگو سے پہلے چند بنیادی باتیں پیش خدمت ہیں تاکہ دورانِ مطالعہ اُٹھنے والے بعض سوالات پر ہمارا موقف پہلے ہی واضح ہو اور ایسے سوالات آپ کو پریشان نہ کر سکیں۔ وہ چند بنیادی باتیں درج ذیل ہیں:

01. **عظمتِ مصطفےٰ** صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا)

قرآن پاک کی جس برگزیدہ آیت (33-56) میں اہل ایمان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اور سلام کا حکم دیا گیا ہے اس آیت کا سیاق و سباق، خارجی حالات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا وہ فیصلہ کن مرحلہ اور ربِ کائنات سبحانہ و تعالیٰ کے کلام کا لہجہ اور الفاظ کا انتخاب یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس آیت جلیلہ میں اصلاً انسانیت کے سامنے اس مقام و مرتبہ کا بیان ضروری ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کو اپنے خالق و مالک سبحانہ و تعالیٰ کے ہاں حاصل ہے اور اصلاً آیت میں وارد سارے حکموں سے اہل زیغ و نفاق کو اپنے مکروہ طرزِ عمل کے آئینے میں اپنی بدنصیبی اور کم بختی کا احساس دلاتا ہے۔ اسی آیت کے ذریعے اہل ایمان کو ان کی لغزشوں اور خطاؤں کے علی الرّغم اس سمت میں آگے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اور سلام کے ذریعے اللہ کے ہاں اپنے تقرب کے مراتب میں ترقی اور عام مسلمانوں سے بھی تقربِ الٰہی کے اعلیٰ ترین درجات تک رسائی کو ممکن بنا دینے کی نوید جانفزا سنانا ہے۔

لٰہذا_____جہاں کہیں بھی یہ آیت سامنے آئے اس سے ہماری ذہنوں میں نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبے کی عظمت کا احساس دامن گیر رہنا چاہیے_____یہ بات

مسلمانوں میں طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خطاب یا دُعا میں یا اپنے عمل میں کوتاہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے انسان کی دیدہ دانستہ غلطیوں کو بھی وہ اللہ تعالیٰ جو ستّار و غفّار و وُدود جَلَّ جَلَالُہٗ ہے معاف فرما دیتا ہے جبکہ وہی اللہ تعالیٰ اپنے دوست اور خلیل اور بندے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جناب میں ذراسی ’بے ادبی‘ بھی برداشت نہیں فرماتا۔ اسی لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مکالمہ یا خطاب میں کوئی ایسا پہلو جو بے ادبی سے مشابہ ہو وہ بھی اختیار نہیں کرنا چاہئے اور اپنے سابقہ، موجودہ طرزِ عمل پر اس ضمن میں تنقیدی نگاہ رکھنی چاہئے کہ کہیں لاعلمی میں بھی کوئی حرکت یا کام ایسا نہ ہو جائے جو اعمال (صالحہ) کو اکارت کرنے والا ہو اور دائمی بدنصیبی کا نقطۂ آغاز بن جائے۔ اسی کا اظہار فارسی کے اس مصرعہ میں ہے۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و با یزیدؒ ایں جا

اور صلوٰۃ و سلام کی ادائیگی کے وقت بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عظمت کا احساس حواس پر چھایا رہنا چاہئے۔

02 درود شریف میں وارد لفظ آل سے متعلق ہمارا موقف

درود شریف نماز میں بھی پڑھنا لازمی ہے اور اس میں لفظ (سیّدنا حضرت) محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ آلِ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے الفاظ آئے ہیں۔ اس موقع پر ’آل‘ کے لفظ کا مفہوم کیا ہے؟ اس میں بحث طویل ہے اور اہل علم کے پاس اپنے اپنے موقف کے لئے دلائل و نظائر ہیں‘ ایسے معاملات میں اہل علم کے درمیان گفتگو اور مباحثہ جاری رہتا ہے اور جاری رہے گا اور حتمی فیصلہ قیامت کے دن ہی ہو سکے گا۔

یہاں ہم اپنا موقف پیش کر رہے ہیں تاکہ اس تحریر کو پڑھتے ہوئے آپ آلِ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے وہی مفہوم مراد لیں جو ہمارا موقف ہے۔ آپ کی اگر اس ضمن میں رائے مختلف بھی ہے تو بطور رائے ہمیں اس کا احترام ہے۔

ہمارے نزدیک ’آل‘ کا لفظ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے کسی بڑی سربرآوردہ شخصیت کے ساتھ وابستہ افراد، متوسّلین اور مقربین سب شامل ہیں خواہ چھوٹے ہوں، بڑے ہوں، خواتین ہوں یا مرد ہوں خواہ پہلے گزرے ہوں یا کچھ عرصہ بعد ہوں۔ قرآن پاک میں آلِ فرعون و

آلِ موسیٰ علیہ السلام سے یہی مراد ہے۔ درود شریف کے الفاظ میں آلِ محمد ﷺ سے مراد ہمارے نزدیک آپ ﷺ پر ایمان لانے والے تمام افراد چھوٹے بڑے، عورتیں مرد، عرب غیرعرب آپ ﷺ کے زمانہ مبارکہ کے ہوں یا بعد کے زمانوں کے (بھی) سب شامل ہیں۔ درجات میں یقیناً فرق رہے گا۔ اسی بات کی تائید ہوتی ہے ایک درود شریف کے الفاظ مبارکہ سے، جو آپ ﷺ سے روایت کیے ہیں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے۔ درود شریف کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبۡدِكَ وَ رَسُوۡلِكَ وَصَلِّ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنَاتِ وَالۡمُسۡلِمین وَالۡمُسلمَات

اسی بات کی تائید ہوتی ہے خود قرآن پاک کی آیت (33-43) سے جو حکم درود شریف والی آیت سے تھوڑا ہی پہلے اسی سورۃ الاحزاب میں وارد ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان پر صلوٰۃ بھیجنے (اور اس کے فرشتوں کا بھی) کا واضح تذکرہ ہے اور یہی مفہوم آل کا آلِ ابراہیم میں بھی ہوگا یعنی وہ لوگ حضرت محمد ﷺ سے پہلے انبیاء بنی اسرائیل پر ایمان لے آئے چاہے اولادِ ابراہیم علیہ السلام ہوں یا اس سے باہر جیسے ملکہ بلقیس اور اس کی قوم کے افراد جو ایمان لے آئے (رحمۃ اللہ علیہم) یا 'امرۃ فرعون' فرعون کی بیوی آسیہ علیہا السلام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی حالانکہ وہ اولادِ ابراہیم میں شامل نہیں ہے جبکہ قارون جو قومِ موسیٰ علیہ السلام میں سے تھا ایمان نہ لانے کی وجہ سے 'آلِ ابراہیم' میں شامل ہونے کی سعادت سے محروم ہوگیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکّہ میں آباد کیا گیا تھا اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو فلسطین میں اُن پر جو قبائل اور افراد ایمان لائے وہ بھی آلِ ابراہیم علیہ السلام میں شامل ہیں۔

3 عہدو وفاداری، تسلیم اور ــــ سلام ــــ غلامیٔ رسول ﷺ

آئندہ صفحات میں آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ بھی 'علیکم' یعنی اہل ایمان پر 'صلوٰۃ' یا رحمتیں بھیجتا ہے اور جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہے ایک دفعہ آپ ﷺ پر درود بھیجنے سے اللہ تعالیٰ دس رحمتیں اس شخص پر نازل فرماتا ہے۔ اس نزولِ رحمت کا مقصد بھی اسی آیت میں بیان کر دیا گیا ہے کہ اس رحمت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا 'ولی' ہے اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو 'ظلمات' سے 'نور' کی طرف رہنمائی کر کے ادنیٰ سے اعلیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر اور

خوب سے خوب تر کی طرف بڑھتا رہتا ہے۔ گویا آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنے والا ہر شخص راہ حق کا مسافر ہے اور اس راہ پر آگے کی جانب رواں دواں ہے جب تک درود شریف کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرتا رہتا ہے۔

تسلیم ـــــ تسلیم و رضا ہے اور قرآن مجید کی اصطلاح سمع و طاعت سے آغاز ہو کر ـــــ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ' تک یہ تسلیم کا جذبہ ہی موجزن ہے۔ کون سا ایمان والا شخص تسلیم میں کتنا درجہ رکھتا ہے وہ اس بات سے ظاہر ہوگا۔ اسی تسلیم کے اظہار کا ذریعہ اہل ایمان کا آپ ﷺ سے زندگی میں بھی مواجہہ و مصافحہ پر 'السلام علیک یارسول اللہ' یا عام اہل ایمان کے سامنے السلام علیکم کہنا ہے۔

مسلمانوں کا سلامِ باہمی ـــــ ایک دوسرے کو سلامتی اور 'امن کی گارنٹی' دیتا ہے اور آپ ﷺ پر سلام آپ ﷺ سے وفاداری، سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا کا اظہار اور یُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا کا ثبوت ہے گویا آپ ﷺ کا ہر حکم پر فیصلہ اور ہر اشارہ اہل ایمان کے لئے 'حکم' کا درجہ رکھتا ہے اور اہل ایمان کے پاس اس پر عمل کے سوا کوئی دوسرا راستہ (OPTION) ہی نہیں ہے۔ ورنہ گہری کھائی ہے اور وہی نفاق کی کھائی ہے۔

ایسی کیفیّت کو آج کے اُردو محاورے میں غلامیٔ رسول ﷺ سے تعبیر سے کیا جاسکتا ہے گویا تسلیم کی کیفیت اور 'لَا تَرۡفَعُوۡا اَصۡوَاتَکُمۡ' کا اظہار ہی دراصل ایمان کی پہچان ہے اور غلامیٔ رسول ﷺ اسی جذبے کا دوسرا نام ہے اور ـــــ اسی کا فقدان 'نفاق' ہے۔

4. آیت صلوٰۃ وسلام کا زمانۂ نزول

اکثر مفسّرین اس آیت کے زمانۂ نزول کو جنگ خندق ہی کے موقع پر خیال فرماتے ہیں تاہم ایک رائے شعبان 2ھ کی بھی ہے۔ اس تحریر میں ہم نے پہلی رائے کو ہی ترجیح دی ہے تاہم آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور طرزِ عمل سے واضح ہے کہ اس آیت کا زمانۂ نزول کوئی بھی ہو ـــــ آپ ﷺ کی تعلیمات یہی تھیں اور آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پہلے بھی انہیں خطوط پر تربیت دے رہے تھے اور ذہناً و قلباً تیار کر رہے تھے اور اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد بھی یہی سلسلہ جاری رہا ہے۔

جنگ خندق کے موقع پر اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے جب مسلمان خندق کھود رہے تھے اور سخت موسم میں، وسائل کی کمی کے باوصف آپ ﷺ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر کے سمع و طاعت کا اظہار کر رہے تھے۔اس وقت کی کیفیت روایات میں آئی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف (حدیث نمبر 2834) میں وہ اشعار درج ہیں جو خندق کھودتے وقت اہل ایمان باآوازِ بلند رجز کی شکل میں اجتماعی طور پر گا رہے تھے۔

نَحۡنُ الَّذِيۡنَ بَايَعُوۡا مُحَمَّدًا

عَلَى الۡجِهَادِ مَا بَقِيۡنَا اَبَدًا

گویا ـــــ یہ انداز تربیت پہلے سے جاری بھی تھی اور ساری بھی ـــــ بمعنی کہ یہ فدویانہ طرزِ عمل اور سراپا اطاعت کی شان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزاج میں سرایت بھی کر گئی تھی۔

5 زبان سے صلوٰۃ وسلام کی ادائیگی کے پیچھے ہمالیہ جیسا 'جذبہ' درکار ہے

ہمارے ہاں عام مسلمانوں میں یہ تصور سرایت کر گیا ہے کہ بس زبان سے چند الفاظ کی ادائیگی (وہ بھی بغیر سوچے سمجھے) سے ایک مسلمان پر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس حکم میں جو بارِ گراں ڈال دیا ہے اس کا حق ادا ہو جائے گا۔ یہ بات علماء حق کے نزدیک لائق اعتناء نہیں ہے۔علماء حق خود بھی صلوٰۃ وسلام کے الفاظ کی زبان سے ادائیگی کے پس منظر میں ایک مخلص اہل ایمان کی ایک ذہنی وقلبی کیفیت کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور اس کا اظہار بھی اپنے خطبات و بیانات میں کرتے رہتے ہیں۔

ہمارے نزدیک زبان سے اظہار اور قلبی کیفیت کے درمیان نسبت کو واضح کرنے کے لئے انگریزی محاورے TIP OF THE ICEBERG کی سی ہے۔جس سے مراد یہ ہے کہ برفانی علاقوں میں برف پگھل کر بعض اُوقات ایک گلیشیر کی شکل اختیار کر لیتی ہے وہ گلیشیر پھر سمندروں اور دریاؤں میں آجاتے ہیں۔ ٹھنڈے علاقوں میں یہ گلیشیر پانی میں تیرتے رہتے ہیں۔ پانی سطح سے اُوپر ان کا بمشکل دسواں حصہ ہوتا ہے اور باقی حصہ پانی کے اندر ہوتا ہے اس محاورہ میں کسی بات کا بظاہر معمولی اور چھوٹا نظر آنا اور اس کے پیچھے کسی بڑی حقیقت کا مخفی ہونا ظاہر

کرتا ہے گویا 10 میں سے 9 حصے گلیشیر تو پانی کے اندر ہے صرف 1/10 حصہ باہر ہے تو نظر آنے والے حصے پر قیاس کر کے اس گلیشیر کو چھوٹا اور معمولی سمجھ لینا بہت بڑی غلطی ہوگی۔

یا ـــــ اُردو محاورے میں 'تل کی اُوٹ میں پہاڑ'۔ 'تل' ایک چھوٹا سا بیج ہے جو کھانے کی مختلف اشیاء اور بالخصوص سردیوں کی سوغات 'ریوڑیوں' میں استعمال ہوتا ہے ڈبل روٹی اور بند یا 'نان' پر بھی لگاتے ہیں۔ اس تل کو آنکھ کے قریب کریں تو اس معمولی چیز کے پیچھے پوری پوری بلڈنگ اوٹ میں چلی جائے گی اور نظر نہیں آئے گی۔ گویا تل کو نہ دیکھیں اس تل کی اُوٹ میں ایک پہاڑ پوشیدہ اس پر نگاہ رکھیں یہ نہ سمجھیں کہ تل نظر آ رہا ہے اور پہاڑ تو مجھے نظر ہی نہیں آ رہا۔ یہی مثال ہے زبان سے 'صلوٰۃ وسلام' کے مقدس الفاظ کی ادائیگی میں ـــــ اس دینی اصطلاح کے پیچھے جو اہل ایمان کی ذہنی و قلبی کیفیت کی تبدیلی اور عمل صالح والی زندگی اور جہاد و قتال و سمع و طاعت والی زندگی کی مشکلات اور مصائب پوشیدہ ہیں ان پر بھی نگاہ رکھنی چاہیئے۔ تاکہ انسان ایک معتدل (BALANCED) نقطہ نظر کے ساتھ ایمان والی کامیاب عملی زندگی گزار سکے۔

لہٰذا ہمارے نزدیک صلوٰۃ وسلام صرف زبان سے ادا کئے جانے والے کچھ الفاظ ہی نہیں ہے بلکہ فکر کا ایک انداز، ایک نقطہ نظر، ایک نظریہ، ایک تصورِ حیات اور ایک لائف سٹائل ہے جو حضرت محمد ﷺ کی کامل سمع و طاعت پر مبنی ہو۔ جس میں دنیا سے زیادہ آخرت پر نگاہ ہو جس میں آپ ﷺ اپنے والدین اعزہ واقارب دوستوں سب سے زیادہ محبوب تر ہوں۔ حضرت محمد ﷺ کے سامنے آوازوں کو دھیما رکھا جائے اور سراپا اطاعت کے ساتھ ہر حکم مانا جائے۔

اگر یہ ہے تو ایسا شخص آپ ﷺ کا اُمتی ہے اور یہ نہیں ہے تو پھر اپنے لئے کوئی دوسرا نام ڈھونڈھ لینا ہوگا۔ اعاذنا اللہ من ذالک

باب2

لغوی بحث

(حصہ الف)

اہل لغت کی آراء

(حصہ ب)

مفسرین کرام کی آراء

(آیت 33-56 کی تفسیر میں)

اہل لغت کی آراء

1۔ المفردات فی غریب القرآن

مؤلف: ابوالقاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی (المتوفی: 502ھ)

الصَّلاةُ: قال كثير من أهل اللّغة: هى الدّعاء، والتّبريك والتّمجيد، يقال: صَلَّيْتُ عليه، أى: دعوت له وزكّيت، وقال عليه السلام: اذا دعى أحدكم الى طعام فليجب، وان كان صائما فَلْيُصَلِّ أى: ليدع لأهله، وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ (التوبة)، يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ياأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ (الأحزاب)، وَصَلَوات الرَّسُولِ (التوبة)، وصَلَاةُ اللهِ للمسلمين هو فى التّحقيق: تزكيته ايّاهم۔ وقال: أُولئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَواتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ (البقرة) و من الملائكة هى الدّعاء والاستغفار، كما هى من النّاس۔ قال تعالى: اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِ (الأحزاب)، والصَّلَاةُ التى هى العبادة المخصوصة، أصلها: الدّعاء، وسمّيت هذه العبادة بها كتسمية الشىء باسم بعض ما يتضمّنه،

اَلصَّلٰوۃ: بہت سے اہل علم کا خیال ہے کہ صلاۃ کے معنی دعا دینے، تحسین وتبریک اور تعظیم کرنے کے ہیں۔ چنانچہ محاورہ ہے صَلَّیْتُ عَلَیْہِ (میں نے اسے دعادی، نشوونمادی اور بڑھایا) اور حدیث میں ہے: ''جب تم میں سے کسی کو کھانا کی دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ قبول کرلے، اگر وہ روزہ دار ہو تو صلوٰۃ بھیج دے''، یعنی گھر والوں کے لیے دعا کردے۔ اور قرآن مجید میں ہے: وَصَلِّ عَلَیۡهِمۡ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ (09-103) (ان کے حق میں دعائے خیر کرو کہ تمہاری دعا ان کے لیے موجب تسکین ہے) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ (33-56) (اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر دعا بھیجتے ہیں۔ مومنو! تم بھی ان پر دعا اور سلام بھیجا کرو) وَصَلَوٰتِ الرَّسُوۡلِ (09-99) (اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں

کے لیے صلوٰۃ کے معنی ہیں ان کو نشو ونما دینا، بڑھانا۔ چنانچہ قرآن میں ہے: اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ (02-157) (یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی رحمت اور مہربانی ہے) انسانوں کی طرح فرشتوں کی طرف سے بھی صلوٰۃ کے معنی دعا اور استغفار ہی آتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوۃ بھیجتے ہیں) الصلوٰۃ جو کہ ایک عبادتِ مخصوصہ کا نام ہے، اس کی اصل بھی دعا ہی ہے اور نماز چونکہ دعا پر مشتمل ہوتی ہے اس لیے اسے صلوٰۃ کہا جاتا ہے۔

2۔ لسان العرب

مولف: محمد بن مکرم، جمال الدین ابن منظور الانصاری الرویفعی الافریقی (المتوفی: 711ھ)

الصَّلاةُ: الرُّكوعُ و السُّجودُ......والصلاةُ: الدُّعاءُ والاستغفارُ؛...... والصَّلاةُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى: الرَّحمة؛......وصلاةُ اللّٰهِ عَلَى رَسُولِهِ: رحْمَتُه لَهُ وحُسْنُ ثنائِه عَلَيْهِ۔ وَفِى حَدِيثِ ابْنِ أَبى أَوْفى أَنه قَالَ: أَعطانى أَبى صَدَقة مالِه فأَتيتُ بِهَا رسولَ اللّٰهِ، ﷺ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبى أَوْفى؛ قَالَ الأَزهرى: هَذِهِ الصَّلاةُ عِنْدى الرَّحْمة؛ وَمِنْهُ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً۔ ؛ ف الصَّلاةُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ دُعاءٌ واسْتِغْفارٌ، وَمِنَ اللّٰهِ رحمةٌ، وَبِهِ سُمِّيَت الصلاةُ لِمَا فِيهَا مِنَ الدُّعَاءِ والاسْتِغْفارِ۔ وَفِى الْحَدِيثِ: التحيَّاتُ لِلّٰه والصَّلَوَات؛ قَالَ أَبو بَكْرٍ: الصَّلَوَاتُ مَعْنَاهَا التَّرَحُّم۔...... ابْنُ الأَعرابى: الصَّلاةُ مِنَ اللهِ رحمةٌ، وَمِنَ الْمَخْلُوقِينَ المَلائكةِ والإِنْسِ والجِنِّ: القيامُ والركوعُ والسجودُ والدعاءُ والتسبيحُ؛ والصلاةُ مِنَ الطَّيرِ والهَوَامِّ التَّسْبِيحُ۔......وَقَالَ الزَّجَّاجُ: الأَصلُ فِى الصَّلاةِ اللُّزوم۔ يُقَالُ: قَدْ صَلِيَ واصْطَلَى اِذا لَزِمَ، وَمِنْ هَذَا مَنْ يُصْلَى فِى النَّارِ أَى يُلْزَم النارَ۔ وَقَالَ أَهلُ اللُّغَةِ فِى الصَّلَاةِ: اِنَّهَا مِنَ الصَّلَوَيْنِ، وَهُمَا مُكْتَنِفا الذَّنَبِ مِنَ النَّاقَةِ وَغَيْرِهَا، وأَوَّلُ مَوْصِلِ الْفَخِذَيْنِ مِنَ الاِنسانِ فكأَنهما فِى الْحَقِيقَةِ مُكْتَنِفا العُصْعُصِ؛ قَالَ الأَزهرى: والقولُ عِنْدى هُوَ الأَوّل، اِنَّمَا الصلاةُ لُزومُ مَا فرَضَ اللهُ تَعَالَى، والصلاةُ مِنْ أَعظم الفَرْض الَّذِى أُمِرَ بلُزومِه۔ ....وَقِيلَ: أَصلُها فِى اللُّغَةِ

التَّـعْـظِيـمُ، وسُـمِّيـت الـصلاةُ الْمَخْصُوصَةُ صَلَاةً لما فيها من تعظيم الرَّبِّ تَعَالَى وَتَـقَـدُّسٍ۔وَقَوْلُهُ فِي التَّشَهُّدِ: الصلواتُ لِلَّهِ أَي الأَدْعِية الَّتِي يُرادُ بِهَا تعظيمُ اللهِ هُوَ مُسَتحِـقُّها لَا تَلِيقُ بأَحدٍ سِوَاهُ۔ وأَما قَوْلُنا: اللَّهُمَّ صلِّ عَلَى محمدٍ، فَمَعْنَاهُ عَظِّمْه فِـي الدُّنيا باعلاءِ ذِكرِهِ واظْهارِ دعْوَتِه وابقاءِ شَرِيعتِه، وَفِي الْآخِرَةِ بتَشْفِيعِهِ فِي أُمَّتِهِ وتـضعيفِ أَجْـرِهِ ومَثُـوبَتِهِ؛ وَقِيلَ: الْمَعْنَى لمَّا أَمَرَنا اللهُ سُبْحَانَهُ بِالصَّلَاةِ عليه ولم نَبْـلُـغ قَـدْرَ الـواجبِ مِنْ ذَلِكَ أَحَلْناهُ عَلَى اللهِ وَقُلْنَا: اللَّهُمَّ صلِّ أَنتَ عَلَى محمدٍ، لأَنك أَعْلَمُ بِمَا يَلِيق بِهِ،

صلوٰۃ (کا معنی) رکوع وسجود ہے اور صلوٰۃ (کا معنی) دعا اور استغفار (بھی) ہے۔اور صلوٰۃ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اس کا معنی رحمت ہے۔اور اللہ کا اپنے رسول ﷺ پر صلوٰۃ کا معنی اس پر رحمت کرنا اور اس کی اچھی تعریف کرنا ہے۔حضرت ابن ابی اوفی کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ میرے والد نے اپنے مال کا صدقہ مجھے دیا، میں یہ لے کر حضور ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے اس طرح دعا دی: "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى" ازہری کہتے ہیں کہ اس صلوٰۃ سے رحمت مراد ہے۔اور اسی معنی میں ہے اللہ تعالیٰ عزوجل کا یہ ارشاد بھی: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۔پس صلوٰۃ فرشتوں کی طرف سے ہو تو اس کا معنی دُعا اور استغفار ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو رحمت۔نماز کو صلوٰۃ اسی لیے کہتے ہیں کہ اس میں دُعا اور استغفار ہوتا ہے۔اور حدیث میں ہے التحیات للہ والصلوات۔ابوبکر کہتے ہیں کہ الصلوات کا معنی رحمت کرنا ہے۔

ابن اعرابی کا کہنا ہے: صلوٰۃ اللہ کی طرف سے ہو تو رحمت ہے، اور مخلوقات میں سے فرشتے، انسان اور جنات کی طرف سے ہو تو قیام، رکوع، سجود، دعا اور تسبیح ہے اور پرندوں اور کیڑوں کی طرف سے تسبیح ہے۔

زجاج نے کہا ہے کہ صلوٰۃ اصل میں لزوم کے معنی میں ہے۔صلِیَ اور اصطلی اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی کسی کو لازم پکڑ لے۔اور مَنْ يُصْلَى فِي النَّارِ کا معنی ہے کہ آگ کو لازم پکڑے۔اور اہل لغت نے صلوٰۃ کے بارے میں (یہ بھی) کہا ہے کہ یہ صَلَوَيْنِ سے ہے۔اور صلوین اونٹ وغیرہ جانوروں کی دُم کی دونوں جانب کی ہڈی کو کہتے ہیں۔اور انسان کی ران کے پہلے جوڑ کو کہتے ہیں۔گویا صلوین حقیقت میں دُم کی ہڈی کا احاطہ ہے۔ ازہری نے کہا ہے کہ میرے نزدیک پہلا معنی (لزوم، راجح) ہے۔صلوٰۃ (یعنی نماز کا معنی) اللہ تعالیٰ نے جو فرض کر دیا ہے اس کو لازم پکڑنا ہے۔اور الصلوٰۃ وہ سب سے عظیم فرض ہے جس کو لازم پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے: صلوٰۃ کی اصل لغت میں تعظیم ہے اور نماز کو صلوٰۃ اسی لیے کہتے ہیں کہ اس میں

ربّ العزت سبحانہ وتعالیٰ کی تعظیم ہوتی ہے۔اور نماز کے تشہد میں الصَّلَوَاتُ لِلّٰہ کا معنی وہ دُعائیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم مراد ہو، جن کا صرف اللہ تعالیٰ مستحق ہو، اس کے سوا کسی کے لائق نہ ہوں۔اور اللّٰھُمَّ صلِّ عَلَی محمدٍ کا معنی ہے کہ اے اللہ! محمد ﷺ کو دنیا میں عظمت عطا کر ان کے ذکر کو بلند کر کے، ان کی دعوت کو غالب کر کے اور ان کی شریعت کو باقی رکھ کر، اور آخرت میں ان کی شفاعت ان کی اُمت کے حق میں قبول فرما کر اور ان کے اجر و ثواب کو بڑھا کر۔اور بعض کا کہنا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صلوٰۃ علی النبی کا حکم دیا ہے لیکن ہم خود اس کو کرنے کا حق ادا نہیں کر سکتے اس لیے ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ اے اللہ! تو ہی محمد ﷺ پر صلوٰۃ بھیج کیونکہ تو خوب جانتا ہے اس صلوۃ کو جو آپ ﷺ کے شایانِ شان ہے۔

3۔ تاج العروس من جواہر القاموس

مؤلف: محمد بن محمد بن عبدالرزّاق الحسینی، ابوالفیض، لقب مرتضی الزبیدی (المتوفی: 1205ھ)

الصَّلاةُ: اخْتُلِف فِي وزْنِها ومَعْناها؛ أَمَّا وَزْنُها فقيلَ: فَعَلَةٌ، بالتَّحْريكِ وَهُوَ الظاهِرُ المَشْهورُ؛ وقيلَ بالسكونِ فتكونُ حَرَكَةُ العَيْن مَنْقولَةً من اللامِ،......وأَمَّا مَعْناها: فقيلَ: (الدُّعاءُ)، وَهُوَ أَصْلُ مَعانِيها، ...... وَمِنْه قولُه تَعالَى: وصَلِّ عَلَيْهم، أَى ادْعُ لَهُم۔يقالُ: صَلَّى على فلانٍ إذا دَعَا لَهُ وزَكَّاهُ......

(و) قيلَ: الصَّلاةُ (حُسْنُ الثَّناءِ مِن اللَّهِ، عزَّ وجَلَّ، على رَسُولِه ﷺ؛ وَمِنْه قوْلُه تَعالَى: أُولئِكَ عَلَيْهِم صَلَواتٌ مِن ربِّهم ورَحْمةٌ ۔

(و) الصَّلاةُ: (عِبادَةٌ فِيهَا رُكوعٌ وسُجودٌ)، وَهَذِه العِبادَةُ لم تَنْفَكّ شَرِيعَةً عَنْهَا وانِ اخْتَلَفَتْ صُورُها بحَسَبِ شَرْعٍ فشَرْعٍ، ولذلكَ قالَ، عزَّ وجلَّ: اِنَّ الصَّلاةَ كانتْ على المُؤْمنين كتابا مَوْقوتاً۔

صلوٰۃ کے وزن اور معنی میں اختلاف ہے:

صلوٰۃ کا وزن: ایک قول میں فَعَلَةٌ ہے (عین متحرک) اور دوسرے قول میں فَعْلَةٌ ہے (عین ساکن) اس صورت میں لام کی حرکت عین کو منتقل ہوئی ہے۔

صلوٰۃ کا معنی: ایک قول کے مطابق دُعا ہے اور یہی اس کا اصل معنی ہے۔اسی معنی میں ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: صَلِّ عَلَیْھم یعنی ان کے لیے دُعا کریں۔ صَلّی علی فلان اس وقت کہا جاتا ہے جب اس کو دعا دی ہو اور اس کی نشو ونما کی ہو۔

اور ایک قول کے مطابق صلوٰۃ کا معنی ہے اللہ عزوجل کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کی مدح وثنا۔ اور اس معنی میں ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اولئِکَ عَلَیہِم صَلَوَاتٌ مِن ربِّھم ورَحمۃٌ ۔

صلوٰۃ: ایسی عبادت جس میں رکوع اور سجدے ہوں۔ اور اس عبادت سے کوئی شریعت خالی نہیں ہوئی اگرچہ صلوٰۃ کی صورتیں ہر شریعت میں مختلف رہی ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صلوٰۃ تمام اہل ایمان پر مقررہ وقت میں فرض ہے۔

4۔ صلوٰۃ کے معنی سے متعلق علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب 'جلاء الافہام' میں لفظ صلوٰۃ کے معنی سے متعلق طویل بحث کی ہے۔ ہم یہاں اختصار کے ساتھ نقل کر رہے ہیں۔

1۔ صلوٰۃ جب انسان کی طرف سے ہو اس کے دو معنی بیان کیے جاتے ہیں: (۱) دعا و تبریک (۲) عبادت۔ ☆ بعض نے کہا ہے کہ صلوٰۃ کے معنی صرف دعا ہے اور پھر دعا کی دو قسمیں ہیں: (۱) دعائے عبادت (۲) دعائے مسئلہ۔

2۔ 'صلوٰۃ' اللہ کی طرف سے ہو تو اس کی دو قسمیں ہیں: عامہ اور خاصہ۔ اللہ تعالیٰ کی 'صلوٰۃ عامہ' تو اہل ایمان کے لیے ہے۔ فرمایا: ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰئِکَتُہٗ ۔ اور اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ خاصہ وہ ہے جو انبیاء ورسل علیہم السلام پر ہے بالخصوص وہ جو خاتم النّبیین وخیر المرسلین محمد ﷺ پر ہے۔

اس صلوٰۃ کا معنی بہت سے لوگوں نے رحمت کیا ہے۔ اور بعض نے اس کا معنی 'مغفرت' کیا ہے۔ لیکن یہ معنی کئی وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر صلوٰۃ کا ذکر الگ کیا اور رحمت کا ذکر الگ کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جو صلوٰۃ ہے وہ انبیاء ورُسل علیہم السلام اور مؤمن بندوں کے ساتھ خاص ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی جو رحمت ہے وہ تو ہر چیز کو وسیع ہے۔ اس لیے صلوٰۃ کا معنی رحمت نہیں ہو سکتا۔ البتہ رحمت صلوٰۃ کے لوازم وثمرات میں سے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اہل ایمان کے لیے رحمت کی دعا کرنے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی اور پر صلوٰۃ بھیجنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ لہٰذا صلوٰۃ کا معنی رحمت ہوتا تو یہ اختلاف نہ ہوتا۔ بہت سی ایسی جگہیں ہیں جہاں پر رحمت کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اس جگہ صلوٰۃ کا استعمال ٹھیک نہیں۔ مثلاً فرمایا: رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ۔ ان مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر صلوٰۃ کی

تفسیر رحمت سے کرنا درست نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

امام بخاری نے ابوالعالیہ سے صلوٰۃ کے معنی روایت کیے ہیں کہ صَلَاۃُ اللّٰہِ علٰی رَسُولِہ ثَنَاؤُہُ عَلَیْہِ عِنْد الْمَلَائِکَۃ ۔یعنی اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ پر صلوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ فرشتوں کے سامنے ان کی مدح وثنا بیان کرتا ہے۔

املاء ما من بہ الرحمٰن

محبّ الدین ابوالبقاء عبداللہ بن حسین بن عبداللہ

کے حاشیہ میں آیت ھو الذی یصلی علیکم و ملائکتہ پر ایک اشکال اوراس کا جواب اس طرح لکھا ہے:

فان قیل قولہ تعالیٰ ھو الذی یصلی علیکم معناہ یرحمکم و یغفرلکم فما معنی قولہ تعالی و ملائکتہ و الرحمۃ و المغفرۃ منھم محال۔ قلنا: جعلوا لکونھم مستجابی الدعوۃ بالرحمۃ و المغفرۃ کانھم فاعلو الرحمۃ و المغفرۃ و نظیرہ قولھم حیاك اللہ ای احیاك و ابقاك و حیا زید عمروا ای دعا لہ بان یحییہ اللہ اتکالا منہ علی اجابۃ دعوتہ و مثلہ قولہ تعالی ان اللّٰہ و ملائکتہ یصلُّون علی النبی۔

اگر یہ اشکال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ھو الذی یصلی علیکم کا معنی ہے کہ اللہ تم پر رحم کرتا ہے اور تمہاری مغفرت کرتا ہے۔ پھر و ملائکتہ کا کیا معنی ہے؟ جبکہ رحم اور مغفرت فرشتوں کی طرف سے ناممکن ہے۔اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ چونکہ فرشتوں کی رحمت اور مغفرت کی دعا قبول کی جاتی ہے تو گویا فرشتے رحم اور مغفرت کے کرنے والے ہوئے۔اس کی مثال کلامِ عرب ایسی ہے جیسے کہ لفظ حَیَّاكَ اللّٰہ ہے جس کا معنی ہے کہ اللہ تجھے زندگی دے اور باقی رکھے۔اور حَیَّا زَیْدٌ عَمْرًوا (جس کا لفظی ترجمہ ہے زید نے عمرو کو زندہ رکھا۔ لیکن اس) کا مطلب ہے کہ زید نے عمرو کو اس بات کی دعا دی کہ اللہ اُسے زندہ رکھے،اس کا اپنی دعا قبول ہونے پر اعتماد کی وجہ سے (یوں کہہ دیا جاتا ہے کہ اس نے زندہ رکھا)۔اوراسی طرح ہے اللہ تعالی کا یہ ارشاد بھی: ان اللّٰہ و ملائکتہ یصلون علی النبی۔

مفسرین کرام کی آراء

1۔ تفسیر عثمانی شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی

''اللہ اوراس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر۔اے ایمان والو! رحمت بھیجواس پراور سلام بھیجو سلام کہہ کر''

''صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کا مطلب ہے''نبی کی ثناء و تعظیم رحمت وعطوفت کے ساتھ''۔

پھر جس کی طرف ''صلوٰۃ'' منسوب ہوگی اُسی کی شان و مرتبہ کے لائق ثناء و تعظیم اور رحمت وعطوفت مراد لیں گے، جیسے کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر، بیٹا باپ پر اور بھائی بھائی پر مہربان ہے یا ہر ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے تو ظاہر ہے جس طرح کی محبت اور مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے اُس نوعیت کی بیٹے کی باپ پر نہیں اور بھائی کی بھائی پر ان دونوں سے جداگانہ ہوتی ہے۔ایسے ہی یہاں سمجھ لو۔اللہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت وشفقت کے ساتھ آپ کی ثناء اوراعزاز واکرام کرتا ہے اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اور رحمت وتکریم اپنی شان و مرتبہ کے موافق ہوگی۔آگے مؤمنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ و رحمت بھیجو۔اس کی حیثیت ان دونوں سے علیحدہ ہونی چاہیے۔علماء نے کہا کہ اللہ کی صلوٰۃ رحمت بھیجنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار کرنا اور مؤمنین کی صلوٰۃ دُعا کرنا ہے۔

حدیث میں ہے کہ جب آیت نازل ہوئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ''سلام'' کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا (یعنی نماز کے تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه'') ''صلوٰۃ'' کا طریقہ بھی ارشاد فرمادیجیے جو نماز میں پڑھا کریں۔آپ نے یہ درود تلقین کیا:اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍوَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى

آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم دیا کہ تم بھی نبی پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجو۔ نبی ﷺ نے بتلا دیا کہ تمہارا بھیجنا یہ ہے کہ اللہ سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابدالآباد تک نبی پر نازل فرماتا رہے۔ کیونکہ اس کی رحمتوں کی کوئی حدونہایت نہیں۔ یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے وہ ہم عاجز و ناچیز بندوں کی طرف منسوب کردی جائیں گویا ہم نے بھیجی ہیں حالانکہ ہرحال میں رحمت بھیجنے والا وہ ہی اکیلا ہے کسی بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سیّدالانبیاء کی بارگاہ میں ان کے رُتبہ کے لائق تحفہ پیش کرسکتا۔

2۔ معارف القرآن حضرت مفتی محمد شفیع

لفظ صلوٰۃ عربی زبان میں چند معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے: رحمت، دعا، مدح وثنا۔

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو نسبت صلوٰۃ کی ہے اس سے مراد رحمت نازل کرنا ہے۔ اور فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ ان کا آپ کے لیے دعا کرنا ہے اور عام مؤمنین کی طرف سے صلوٰۃ کا مفہوم دعا اور مدح وثناء کا مجموعہ ہے۔ عامۂ مفسرین نے یہی معنی لکھے ہیں، اور امام بخاری نے ابوالعالیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ سے مراد آپ ﷺ کی تعظیم اور فرشتوں کے سامنے مدح وثناء ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی تعظیم دنیا میں تو یہ ہے کہ آپ کو بلند مرتبہ عطا فرمایا کہ اکثر مواقع اذان واقامت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر شامل کردیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دین کو دنیا بھر میں پھیلا دیا اور غالب کیا اور آپ کی شریعت پر عمل قیامت تک جاری رکھا، اس کے ساتھ آپ کی شریعت کو محفوظ رکھنے کا ذمہ حق تعالیٰ نے لے لیا اور آخرت میں آپ کی تعظیم یہ ہے کہ آپ کا مقام تمام خلائق سے بلند وبالا کیا اور جس وقت کسی پیغمبر اور فرشتے کو شفاعت کی مجال نہ تھی اس حال میں آپ کو مقامِ شفاعت عطا فرمایا، جس کو مقامِ محمود کہا جاتا ہے۔

اور لفظ سلام مصدر بمعنی السلامۃ ہے جیسے ملام بمعنی ملامت مستعمل ہوتا ہے۔ اور مراد اس سے نقائص وعیوب اور آفتوں سے سالم رہنا ہے، اور السلام علیك کے معنی یہ ہیں کہ نقائص اور آفات سے سلامتی آپ کے ساتھ رہے۔

3۔ کنزالایمان، مولانا احمد رضا خان بریلوی

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو''۔

تفسیر: سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی تکریم ہے علماء نے اللھم صل علیٰ محمد کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ یا رب محمد مصطفےٰ ﷺ کو عظمت عطا فرما دنیا میں ان کا دین بلند اور ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اوّلین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء مرسلین و ملائکہ اور تمام خلق پر ان کی شان بلند کر کے۔

4۔ تفسیر ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان نبی مکرم پر۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب و محبت سے) سلام عرض کیا کرو''

آیت کریمہ میں فعل صلوٰۃ (درود) کے تین فاعل ہیں: (۱) اللہ (۲) فرشتے (۳) اہل اسلام۔

جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی بھری محفل میں اپنے محبوب کریم ﷺ کی تعریف و ثنا کرتا ہے۔ فھی منه عزوجل ثنائه علیه عندالملائکة و تعظیمه۔ رواہ البخاری عن ابی العالیه ۔علامہ آلوسی اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے ذکر کو بلند کر کے، اس کے دین کو غلبہ دے کر اور اس کی شریعت پر عمل برقرار رکھ کے اس دنیا میں حضور کی عزت و شان بڑھاتا ہے اور روزِ محشر اُمت کے لیے حضور کی شفاعت قبول فرما کر اور حضور کو بہترین اجر و ثواب عطا کر کے اور مقامِ محمود پر فائز کرنے کے بعد اوّلین اور آخرین کے لیے حضور کی بزرگی کو نمایاں کر کے اور تمام مقربین پر حضور کو سبقت بخش کر حضور کی شان کو آشکارا فرماتا۔ اور جب اس کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو صلوٰۃ کا معنی دُعا ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے پیارے رسول کے درجات کی بلندی اور مقامات کی رفعت کے لیے دست بدعا ہیں۔

5۔ تدبر قرآن مولانا امین احسن اصلاحی

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو، تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو اچھی طرح''۔

نبی اکرم ﷺ کو ایذاء و آزار پہنچانے کے بجائے اہل ایمان کو حضور ﷺ کے معاملے میں جو رویہ اختیار کرنا چاہیے، یہ اس کی ہدایت ہے۔ فرمایا کہ اللہ اپنے نبی پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اس وجہ سے اہل ایمان کے لیے بھی صحیح روش، خدا اور اس کے فرشتوں سے ہم آہنگ و ہم رنگ، یہی ہے کہ وہ بھی نبی ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام بھیجیں نہ کہ اس کو ایذاء پہنچانے کی تدبیریں سوچیں۔

اس آیت سے کئی حقیقتیں سامنے آتی ہیں جو نگاہ میں رکھنے کی ہیں:

ایک یہ کہ جس نبی ﷺ کا مرتبہ اللہ اور اس کے فرشتوں کی نظروں میں یہ ہے کہ اللہ اس پر رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے اس پر رحمت کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں، حیف ہے اگر انسانوں میں سے کچھ لوگ اس کے درپے آزار ہوں درآنحالیکہ نبی ﷺ کا اصلی احسان انسانوں ہی پر ہے نہ خدا اور اس کے فرشتوں پر۔

دوسری یہ کہ جو لوگ نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں وہ نبی ﷺ پر کوئی احسان نہیں کرتے۔ بلکہ خدا اور اس کے فرشتوں کی ہم نوائی کر کے وہ اپنے کو سزاوارِ رحمت بناتے ہیں۔ جہاں تک نبی ﷺ کا تعلق ہے جب آپ کو اللہ کی رحمت اور فرشتوں کی دعائیں حاصل ہیں تو وہ دوسروں کی دعاؤں کے محتاج نہیں ہیں۔

تیسری یہ کہ نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجنا مرضِ نفاق کا علاج ہے۔ اس لیے کہ یہاں جس محل میں اس کی ہدایت فرمائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ منافقوں کی طرح نبی ﷺ کو ایذاء پہنچانے کے بجائے اہل کو نبی پر درود بھیجنا چاہیے۔ اس سے یہ بات واضح طور پر نکلتی ہیں کہ جو لوگ درود کا اہتمام رکھتے ہیں ان کے اندر نفاق راہ نہیں پاتا۔

چوتھی یہ کہ مقصود درود و سلام کی تکثیر ہے۔ موقع و محل بھی اس مفہوم کا متقاضی ہے اور آیت کے الفاظ بھی اسی کے شاہد ہیں۔ اس لیے کہ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا میں مصدر تاکید و تکثیر کے مفہوم پر دلیل ہے اس وجہ سے ہم ان فقہاء کی رائے کو صحیح نہیں سمجھتے جو کہتے ہیں کہ اگر عمر بھر میں ایک

مرتبہ بھی کوئی درود پڑھ لے تو اس آیت کا حق ادا ہو جائے گا۔

6۔ تفہیم القرآن سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

''اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو''

اس آیت میں مسلمانوں کو دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک صَلُّوۡا عَلَیۡہِ، دوسرے سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا۔ صلوٰۃ کا لفظ جب علیٰ کے صلہ کے ساتھ آتا ہے تو اس کے تین معنی ہوتے ہیں: ایک، کسی پر مائل ہونا، اس کی طرف محبت کے ساتھ متوجہ ہونا اور اس پر جھکنا۔ دوسرے، کسی کی تعریف کرنا۔ تیسرے کسی کے حق میں دعا کرنا۔ یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کے لیے بولا جائے گا تو ظاہر ہے کہ تیسرے معنی میں نہیں آ سکتا کیونکہ اللہ کا کسی اور سے دعا کرنا قطعاً ناقابل تصور ہے۔ اس لیے لامحالہ وہ صرف پہلے دو معنوں میں ہوگا۔ لیکن جب یہ لفظ بندوں کے لیے بولا جائے گا، خواہ وہ فرشتے ہوں یا انسان' تو وہ تینوں معنوں میں ہوگا۔ اس میں محبت کا مفہوم بھی ہوگا، مدح و ثنا کا مفہوم بھی اور دعائے رحمت کا مفہوم بھی۔ لہٰذا، اہل ایمان کو نبی ﷺ کے حق میں صَلُّوۡا عَلَیۡہِ کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کے گرویدہ ہو جاؤ۔ ان کی مدح و ثنا کرو اور ان کے لیے دعا کرو۔

'سلام' کا لفظ بھی دو معنی رکھتا ہے۔ ایک، ہر طرح کی آفات اور نقائص سے محفوظ رہنا جس کے لیے ہم اُردو میں سلامتی کا لفظ بولتے ہیں، دوسرے صلح اور عدمِ مخالفت۔ پس نبی ﷺ کے حق میں سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا کہنے کا ایک مطلب یہ ہے کہ تم ان کے حق میں کامل سلامتی کی دعا کرو اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم پوری طرح دل و جان سے ان کا ساتھ دو، ان کی مخالفت سے پرہیز کرو اور ان کے سچے فرمانبردار بن کر رہو۔

............اس کا مطلب یہ ہے کہ ''اے لوگو! جن کو محمد رسول اللہ ﷺ کی بدولت راہ راست نصیب ہوئی ہے' تم ان کی قدر پہچانو اور ان کے احسانِ عظیم کا حق ادا کرو۔ تم جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے' اس شخص نے تمہیں علم کی روشنی دی۔ تم اخلاق کی پستیوں میں گرے ہوئے تھے' اس شخص نے تمہیں اُٹھایا اور اس قابل بنایا کہ آج محسودِ خلائق بنے ہوئے ہو۔ تم وحشت اور حیوانیت میں مبتلا تھے' اس شخص نے تم کو بہترین انسانی تہذیب سے آراستہ کیا۔ کفر کی دنیا اسی لیے اس شخص

پر خار کھا رہی ہے کہ اس نے یہ احسانات تم پر کیے ورنہ اس نے کسی کے ساتھ ذاتی طور پر کوئی بُرائی نہ کی تھی۔ اس لیے اب تمہاری احسان شناسی کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ جتنا بغض وہ اس خیر مجسم ﷺ کے خلاف رکھتے ہیں، اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ محبت تم اس سے رکھو۔ جتنی وہ اس سے نفرت کرتے ہیں اتنے ہی بلکہ اس سے زیادہ تم اس کے گرویدہ ہو جاؤ، جتنی وہ اس کی مذمت کرتے ہیں، اتنی ہی بلکہ اس سے زیادہ تم اس کی تعریف کرو۔ جتنے وہ اس کے بدخواہ ہیں اتنے ہی، بلکہ اس سے زیادہ تم اس کے خیر خواہ بنو اور اس کے حق میں وہی دعا کرو جو اللہ کے فرشتے شب و روز اس کے لیے کر رہے ہیں کہ: اے ربّ دو جہاں، جس طرح تیرے نبی نے ہم پر بے پایاں احسانات فرمائے ہیں، تو بھی ان پر بے حد و حساب رحمت فرما، ان کا مرتبہ دنیا میں سب سے زیادہ بلند کر اور آخرت میں بھی انہیں تمام مقربین سے بڑھ کر تقرب عطا فرما۔

7۔ تفسیر احسن البیان مولانا محمد یوسف اصلاحی

''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو''۔

اس آیت میں نبی ﷺ کے اس مرتبہ و منزلت کا بیان ہے جو ملأ اعلیٰ (آسمانوں) میں آپ ﷺ کو حاصل ہے اور وہ یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں میں آپ ﷺ کی ثنا و تعریف کرتا اور آپ پر رحمتیں بھیجتا ہے اور فرشتے بھی آپ ﷺ کی بلندئ درجات کی دعا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے عالم سفلی (اہل زمین) کو حکم دیا کہ وہ بھی آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجیں تاکہ آپ کی تعریف میں علوی اور سفلی دونوں عالم متحد ہو جائیں۔

8۔ تفسیر نمونہ ترجمہ سیّد صفدر حسین نجفی

خدا اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود بھیجو اور سلام کرو اور ان کے فرمان پر سر تسلیم خم کرو۔

ان آیات میں پہلے تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خدا اور اس کے فرشتوں کا خصوصی تعلق اور لگاؤ بیان کیا گیا ہے، پھر اس سے متعلق مومنین کو حکم دیا گیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو

دُکھ پہنچانے والوں کے لیے دردناک عذاب اوران کے منحوس انجام کی خبر دی گئی ہے۔............ ارشاد ہوتا ہے: ’’خدااورفرشتے نبی پر رحمت اور درود بھیجتے ہیں‘‘۔رسول اکرم ﷺ کا مرتبہ اس قدر بلند وبالا ہے کہ عالم ہستی کا آفریدگاراورحق تعالیٰ کے فرمان کے مطابق اس کائنات کی تدبیر کرنے والے فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں۔اب جبکہ ایسا ہے تو تم بھی اس وسیع پیغام سے ہم آہنگ ہوجاؤ ’’اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو، ان پر درود بھیجو اور انھیں سلام کرو اور ان کے حکم کے آگے سرِتسلیم خم کردو‘‘۔

چند قابل توجہ نکات: (۱) صلاۃ کی جمع صلوات ہے اور جس وقت اس کلمہ کو خدا کی طرف نسبت دی جائے تو رحمت نازل کرنے اور رحمت بھیجنے کے معنی میں ہوگا اور جب اس کی نسبت فرشتوں اور مومنین کی طرف ہو تو پھر طلب رحمت کے معنی میں ہوگا۔(۲) یُصَلُّوْنَ فعل مضارع، استمرار کی دلیل ہے۔یعنی ہمیشہ خدااورفرشتے اس پر رحمت اور درود بھیجتے رہتے ہیں۔(۳) صَلُّوْا اور سَلِّمُوْا کے درمیان فرق یہ ہے کہ صَلُّوْا پیغمبر اکرم پر طلب رحمت اور درود بھیجنے کا حکم ہے۔اور سَلِّمُوْا پیغمبر اسلام ﷺ کے احکام اور فرامین کے سامنے سرِتسلیم خم کرنے کے معنی میں ہے جیسا کہ سورۃ النساء کی آیت 65 میں آیا ہے۔(۴) شیعہ اور سنی روایات میں صراحت کے ساتھ آیا ہے کہ ’محمدؐ‘ (ﷺ) پر صلوٰۃ بھیجتے وقت ’آلِ محمدؐ‘ کا اضافہ بھی کرو۔(۵) تمام فقہاء شیعہ نماز کے پہلے اور دوسرے تشہد میں صلوٰۃ کو واجب سمجھتے ہیں اوراس کے علاوہ باقی مقامات پر مستحب جانتے ہیں۔

9۔ انوار النجف فی اسرار المصحف علامہ حسین بخش

’’تحقیق اللہ اوراس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر اے ایمان والو! تم اس پر درود بھیجو اور ان کی اطاعت کو حقِ اطاعت‘‘

یعنی نبی پر اللہ اپنی رحمت نازل کرتا ہے اور فرشتے آپ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور تمام مومنوں کو حکم ہے کہ تم ان کے لیے رحمت کی دعا کرو۔اور ہمارا ان کے دعا کرنا محسن کے احسان کی حق شناسی کے طور پر ہے، ورنہ اس دعا کا نتیجہ اور بازگشت ہمارے ہی لیے ہے اور خدا ان کے طفیل اور وسیلہ سے ہم پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا ہے۔

باب 3

اہل علم کی تحریریں

اس اشاعت خصوصی کے لیے ہمیں یہ واحد مقالہ موصول ہوا ہے لہذا ہم مضمون نگار سے کلیتہً اتفاق نہ رکھتے ہوئے بھی ان کی تحریر شائع کر رہے ہیں۔

درود و سلام علیٰ خیر الانام

سیّدنا محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

امیر الدین احمد کراچی

اسلام دشمنی میں عجمیوں نے اسلامی اصطلاحات کی شکل کچھ اس طرح بگاڑی ہے کہ اب اُن کا چلن خصوصاً برصغیر ہندو پاکستان میں نہیں رہا اور لوگ بالعموم اب اسلامی اصطلاحات سے نامانوس ہیں۔ اُنہوں نے اللہ کو خدا، رسول کو پیغمبر، صوم کو روزہ، صلٰوۃ کو نماز ہی نہیں بلکہ استغفراللہ اور لاحول ولاقوۃ کو بھی بُرے معنوں میں استعمال کرنے کا رواج عام کیا اور حجام کو بھی خلیفہ کا خطاب دے ڈالا۔ اسی طرح کا ایک لفظ درود بھی ہے جو صلٰوۃ علی الرسول کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن کی مندرجہ ذیل آیتیں غور طلب ہیں جبکہ قرآن میں لفظ درود کہیں استعمال نہیں ہوا۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَ رَحۡمَةٌ O (البقرہ2:157)

''ایسے لوگوں ہی پر شاباشیاں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی''

هُوَ الَّذِىۡ يُصَلِّىۡ عَلَيۡكُمۡ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ وَكَانَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَحِيۡمًا O (الاحزاب33:43)

''وہ تم پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے تمہارے لئے دُعائے رحمت کرتے ہیں وہ تمہیں اندھیروں کے اُجالے کے طرف لے جارہا ہے اور اللہ ہی مہربان ہے مسلمانوں پر بہت''

تَحِيَّتُهُمۡ يَوۡمَ يَلۡقَوۡنَهٗ سَلٰمٌ وَ اَعَدَّلَهُمۡ اَجۡرًا كَرِيۡمًا O (33:44)

''جس دن یہ اللہ سے ملاقات کریں گے ان کا تحفہ سلام ہوگا اور ان کے لئے اللہ نے

بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے''۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا O (الاحزاب 56:33)

''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور اچھی طرح سلام بھی بھیجتے رہا کرو'' (ترجمہ: مولانا محمد جونا گڑھی)

''بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر رحمت بھیجتے ہیں تو اے مسلمانو! تم بھی اس پر نزولِ رحمت اور سلامتی کی دُعا کیا کرو'' (ترجمہ: شبیر احمد عثمانی)

''خدا اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں مؤمنو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجا کرو''۔ (ترجمہ: مولانا فتح محمد جالندھری)

''تحقیق اللہ اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُوپر نبی کے، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو درود بھیجو اُوپر اسکے اور سلام بھیجو سلام بھیجنا'' (از مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی)

☆LO! ALLAH AND HIS ANGELS SHOWER BLESSINGS ON THE PROPHET O YE WHO BELIVE! ASK BLESSINGS ON HIM AND SALUTE HIM WITH A WORTHY SALUTATION.

(AN EXPLANATORY TRANSLATION BY MAHAMMAD MARMADUKA PICKTHALL)

''اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود و سلام بھیجا کرو''۔ (ترجمہ: تیسیر القرآن از مولانا عبدالرحمٰن کیانی)

خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ O (التوبہ 109:9)

''(اے نبی ﷺ) آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لیجیے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں اور ان کے لئے دُعا کیجیے بلاشبہ آپ کی دُعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے اور اللہ خوب سنتا ہے خوب جانتا ہے''۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ یَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ

عِنۡدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوۡلِ اَلَآ اِنَّهَا قُرۡبَةٌ لَّهُمۡ سَيُدۡخِلُهُمُ اللّٰهُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ O (التوبہ 99:9)

"بعض اہل دیہات میں ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اُس کو عنداللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول کی دُعا کا ذریعہ بناتے ہیں۔ یاد رکھو کہ اُن کا یہ خرچ کرنا بے شک اُن کے لئے موجب قربت ہے اُن کو اللہ تعالیٰ ضرور اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے"۔

صلوٰۃ کے معنی: صلوٰۃ کے معنی دُعا، رحمت، استغفار، اچھی تعریف، مدح وثناء، وہ عبادت جس میں رکوع وسجود ہو۔ نماز کو صلوٰۃ اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کے اندر دُعا (اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ) پڑھی جاتی ہے۔

دُعا کرنا یا دُعا دینا کے لئے دعا، سلّم، حیّی اور صَلّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔ (حوالہ: مترادفات القرآن، مولفہ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی)

1. دَعَا (دعو) کا معنی پکارنا اور بلانا ہے۔ تاہم یہ لفظ دُعا کرنے اور بددُعا کرنے دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اگر اس کا صلہ 'ل' سے ہو تو دُعا یا اچھی دُعا کے معنوں میں آتا ہے اور اگر 'علی' سے ہو تو بددُعا کرنے کا معنی دے گا۔ مثلاً دَعَا لَهٗ اُس کے لئے اچھی دُعا کی اور دَعَا عَلَيۡهِ بمعنی اس کے لئے بددُعا کی۔ (بددُعا کے لئے اُس لفظ کا استعمال قرآن میں نہیں ہے) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاِذۡ قُلۡتُمۡ يٰمُوۡسٰى لَنۡ نَّصۡبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادۡعُ لَنَا رَبَّكَ يُخۡرِجۡ لَنَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ O (البقرہ 61:02)

2. سَلَّمَ بعض حضرات نے سلام سے مراد اللہ کی ذات لی ہے کیونکہ یہ اسماء وحسنیٰ میں سے ہے۔ چنانچہ مراد السلام علیک رعلیکم کی یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت ورعایت پر متولی اور کفیل ہے۔ (معارف القرآن جلد ہفتم صفحہ 222، از مفتی محمد شفیع)

سَلَّمَ بمعنی سلامت رکھنا اور بچانا بھی ہے سپرد کرنا بھی اور سلامتی کی دُعا دینا بھی یعنی السلام علیکم کہنا (حوالہ: براۃ القرآن)

فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُيُوۡتًا فَسَلِّمُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ O (النور 61:24)

"اور جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے (گھر والوں) کو سلام کہا کرو"۔

لفظ سَلَامَ مصدر بمعنی اَلسَّلَامَۃ ہے جیسے مَلَام ملامت ہے۔ مراد اس سے نقائص و عیوب اور آفتوں سے سالم رہنا ہے۔ سَلِّمُوا امر کا صیغہ ہے اس لئے نماز میں رسول اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنا واجب ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

3. حَیّ: حَیٰ: بمعنی زندہ رہنا اور حَیّ: تَحِیَّۃً بمعنی کسی کو حَیَّاكَ اللّٰه کہنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے (منجد) پھر اس لفظ کا استعمال ہر طرح کی اچھی دُعا کے لئے عام ہے اور سلامتی کی دُعا یا سَلِّم یا سَلَام کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ گویا سَلِّم اَخصّ ہے اور حَیَّ اَعم ّ ہے۔ (الفروق اللغویہ از ابو ہلال عسکری عربی۔ عربی)

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا O (النساء4:86)

''اور جب تم کو کوئی دُعا دے تو تم اُس کو اُس سے بہتر (کلمے) سے دُعا دو یا انہیں لفظوں سے لوٹا دو''۔

4. صَلِّ (صَلّو) صَلٰوۃ ایک شرعی اصطلاح ہے جس کا مفہوم نماز پنج وقتہ ہے جو اسلام کا ایک بنیادی رُکن ہے۔ لیکن اس کا اصل معنی دُعا دینا، تحسین و تبریک اور تعظیم کرنا ہے (مفردات امام راغب (عربی۔اُردو) جیسے رسول اکرم ﷺ کو بندوں کو دُعا دینے کا حکم ہوا۔

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ O (توبہ 104:09)

''اور (اے نبی ﷺ) ان کے حق میں دُعائے خیر کرو کہ تمہاری دُعا ان کے لئے موجب تسکین ہے''۔

صَلِّ کی نسبتیں

اللہ کی طرف: چنانچہ (صَلّ) کی نسبت اگر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ یعنی صلٰوۃ اللہ کا مطلب ہے بندہ کی ثنا ہونا، اللہ کی طرف سے بندوں پر رحمت نازل کرنا۔ بندہ کے ذکر خیر کو لوگوں میں پھیلانا اور اُن کو سراہنا ہے جیسے اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ (البقرہ 157:2) ایسے ہی لوگوں پر شاباش ہے اپنے رب کی اور مہربانی۔

ملائکہ کی طرف: ملائکہ کی طرف سے صلٰوۃ کا مطلب ہے دُعائے مغفرت، دُعا کرنا بندوں کے لئے۔ **بندوں کی طرف:** اگر (صَلَ) کی نسبت بندے کی طرف ہو تو اس سے مراد دُعا مدح و ثنا کا مجموعہ اور نزولِ رحمت کی دُعا اللہ سے مانگنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰـهَ وَمَلٰٓـئِكَتَـهٗ يُـصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا O (الاحزاب56:33)

''بے شک اللہ اور فرشتے اُس کے نبی پر (درود) رحمت وسلامتی بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو تم بھی اُن پر درود بھیجا کرو (نزولِ رحمت وسلامتی کی دُعا کیا کرو)

عام مفسرین نے یہی معنی اختیار کیے ہیں۔

صلوٰۃ اللہ سے کیا مراد ہے؟ عام مفسرین نے یہی معنی اختیار کئے ہیں البتہ ایک شبہ کیا جا سکتا ہے کہ صلوٰۃ کا معنی دُعا ہے تو صلوٰۃ اللہ کا کیا معنی ہے؟ کیا اللہ دُعا کرتا ہے؟ اور دُعا کرتا ہے تو کس سے کرتا ہے؟ (اس سے تو اللہ کے قادر ہونے پر حرف آتا ہے نعوذ باللہ)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے دُعا یہ ہے کہ اللہ خود اپنی ذات والا صفات سے بندوں کے لئے رحمت اور مغفرت طلب کرتا ہے۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ نے بندوں پر رحمت کرنی اپنی ذات پاک پر لازم کر لی ہے۔ یہی مطلب ہے کَتَبَ عَلٰی نَفۡسِهِ الرَّحۡمَةَ کا (الاعراف)۔ ایجاب (لازم کر لینا) اور طلب دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ قطعی طلب ایجاب ہی ہوتی ہے۔ لیکن ایجاب کا یہ معنی نہیں کہ اللہ پر کوئی چیز واجب ہے اور کسی کا اللہ تعالیٰ پر کوئی لازمی حق ہے جس کا ادا کرنا اُس پر لازم ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنی مہربانی سے یہ ذمہ لیا ہے۔ (ماخوذ از تفسیر مظہری (اُردو) جلد 9، صفحہ 388-389، مولفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔) **الہامی کتابوں میں کسی پیغمبر پر اللہ ﷻ کی طرف سے درود نہیں وارد ہوا سوائے رسول اکرم ﷺ۔** البتہ پیغمبروں پر سلام بھیجا گیا ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ کے نام کے ساتھ 'صلی اللہ علیہ وسلم' کا لاحقہ لگاتے ہیں اور دوسرے پیغمبروں کے ساتھ 'علیہ السلام' کا لاحقہ لگاتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ پر درود پڑھنا:

اِنَّ اللّٰـهَ وَمَلٰٓـئِكَتَـهٗ يُـصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا O (56:33)

اس آیت میں مؤمنوں کو صرف نبی ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کا حکم ہے۔ آپ ﷺ کی آل پر نہیں کہا گیا۔ لیکن سورۂ ہود (11) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ سارہ کو بوڑھاپے میں جب

اولاد کی بشارت دی گئی تھی اس سے اقتباس کیا گیا اہلبیت رسول ﷺ کا۔

درود میں رسول اکرم ﷺ کے اہل بیت کی شمولیت:

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ O (ہود 73:11)

''وہ کہنے لگے (فرشتے): ''کیا تم اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت (نبوت) تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں بلاشبہ وہ (اللہ) قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے''۔

اس آیت سے ضمناً یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ بیوی ہی اہل بیت سے ہوتی ہے۔ اس سے اُس فرقہ کا ردّ بھی ہوجاتا ہے جو اُمہات المومنین کو آپ ﷺ کے اہل بیت میں نہیں سمجھتا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت کے لئے جمع مذکر مخاطب (علیکم) کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جب کہ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی صرف سارہ تھیں۔ چنانچہ اہل بیت کے لئے جمع مذکر کے صیغے کا استعمال بھی جائز ہے۔ جیسا کہ سورۂ احزاب (33) میں رسول اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے لئے بھی جمع مذکر کے صیغے سے مخاطب کیا ہے اور اہل بیت ہی کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ ہماری استعداد تحسین وتوصیف سے بالاتر ہیں کہ آپ عمیم الاحسان، فصیح اللسان، الداعی الی الایمان اور الناطق بالقرآن ہیں۔ سچ پوچھئے تو مصنوع کی تعریف دراصل صانع کی مدح ہے اس طرح درود پڑھنے والا اللہ کی حمد وثنا کر رہا ہوتا ہے۔

مرتبہ رسول ﷺ: اس آیت (56:33) میں نبی ﷺ کے اُس مرتبہ ومنزلت کا بیان ہے جو ملأ اعلیٰ (آسمانوں) میں آپ کو حاصل ہے اور وہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں میں آپ کی ثنا و تعریف کرتا اور آپ پر رحمتیں بھیجتا ہے اور فرشتے بھی آپ کی بلندئ درجات کی دُعا کرتے ہیں اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے عالم سفلی (اہل زمین) کو حکم دیا کہ وہ بھی آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجیں تاکہ آپ کی تعریف میں علوی اور سفلی دونوں عالم متحد ہوجائیں۔

اہمیت دُرودِ ابراہیمی: حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! سلام کا طریقہ تو ہم جانتے ہیں (یعنی التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھتے ہیں ہم درود کس طرح پڑھیں؟ اس پر آپ ﷺ نے درودِ ابراہیمی بیان فرمایا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ الاحزاب) علاوہ ازیں احادیث میں درود کے اور بھی صیغے ہیں جو پڑھے جاسکتے ہیں۔ نیز مختصراً صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَسَلَّم بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

وجوبِ درود: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے علماء نماز میں درود پڑھنا واجب سمجھتے ہیں اور جمہور علماء اسے سنت سمجھتے ہیں۔ احادیث سے مطلقاً وجوب کی تائید ہوتی ہے جبکہ بیشتر صحابہ فرض قرار دیتے ہیں۔ اہل حدیث کے نزدیک جس طرح آخری التحیات (تشہد) میں درود پڑھنا واجب ہے اُسی طرح پہلے تشہد میں بھی درود پڑھنا واجب (سمجھتے) ہیں۔ درود کے مسائل کے لئے دیکھئے امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جلاء الافہام یا اس کا اُردو ترجمہ از قاضی سلیمان منصور پوری۔ نیز احسن الکلام فی الصلوٰۃ والسلام علی النبی خیرالانام (تالیف مولانا عبدالغفور اثری سیالکوٹ)۔ اس کے علاوہ علامہ البانی کے صفتہ صلوٰۃ النبی (عربی)۔ مولانا محمد منظور نعمانی کی معارف الحدیث جلد پنجم۔ سرفراز محمد بھٹی کی کتاب میں متعدد درود اور اُن کے استفادات ہیں۔
(حوالہ تفسیر احسن البیان (اُردو) از صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ صفحہ 819)

درود اور حنفی مسلک: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ زندگی میں ایک بار درود شریف پڑھنا اسی طرح فرض ہے جس طرح زندگی میں ایک بار کلمہ طیبہ پڑھنا فرض ہے۔ کچھ علماء کا کہنا ہے کہ جب ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو رہا ہو تو ایک بار ضرور درود پڑھنا واجب ہے۔ کچھ علماء کا خیال ہے کہ جتنی بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنے درود پڑھنا چاہیے، مستحب ہے۔ بہرحال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جس قدر ہو سکے درود پڑھے۔ خاص فرشتے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے پر معمور ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر مختصر ترین درود صلی اللہ علیہ وسلم ضرور پڑھے۔

درود شریف سے متعلق چند احادیث درج ذیل ہیں:

درود سے متعلق احادیث:

☆ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ (مشکوٰۃ)
''جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھے میں اُسے سنتا ہوں اور جو شخص مجھ پر دُور سے درود پڑھے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے''

☆ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِيَ السَّلَامَ (مشکوٰۃ)
''اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور میری اُمت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں''

☆ لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تبلغني حَيْثُ كُنْتُم (مشکوٰۃ)

’’اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ (یعنی نماز، قرآن، ذکر اللہ کرتے رہو) اور میری قبر کو عید میلہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود پڑھا کرو وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے تم جہاں بھی ہو‘‘

☆ مَنْ صَلَّ عَلَیَّ صَلوٰۃ لَمِ تَزَل المَلٰئِکَۃُ تُصَلِّیَّ عَلَیہِ مَا صَلَّ عَلَیَّ (احمد و ابن ماجہ)

’’جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے فرشتے اس کیلئے مسلسل دعا کرتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا ہے‘‘

☆ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عشرًا (مسلم)

ترجمہ: جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔

☆ أَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ أَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلَاۃً (ترمذی)

ترجمہ: قیامت کے دن میرے لئے کثرت سے درود پڑھنے والا لوگوں میں بہتر ہوگا۔

درود نہ پڑھنے پر وعید:

☆ اَلْبَخِیلُ الَّذِی ذُکِرتُ عِندَہُ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ (ترمذی)

ترجمہ: بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

رسول اکرم ﷺ نے ضرور چند خوش قسمتوں پر صلوٰۃ بھیجی ہے۔ (مثلاً آلِ ابی اوفی پر ___ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ اٰلِ ابیِ اَوفی) (فتح الملہم) مگر اب آپ ﷺ کے اُمتیوں کا طریقہ یہ ہے کہ سوائے صلوٰۃ علی النبی کے کسی اور کے لئے صلوٰۃ نہ بھیجیں۔ یہ اب آپ ﷺ کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ درود کی فضلیت پر ساری اُمت محمدیہ متفق ہے۔ درود نہ پڑھنے والوں پر وعید ہے:

رَغِمَ اَنفُ رَجُلٍ ذُکِرتُ عِندہٗ فَلَم یُصَلِّ عَلَیَّ (رواہ ترمذی)

’’ذلیل ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے‘‘

درود میں آلِ محمد ﷺ یعنی مؤمنین اُمت محمدیہ کی شمولیت

سورت احزاب آیت 56 میں فرمایا گیا ہے کہ بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اس پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔ اور اُس سے صرف تیرہ آیات پہلے بالکل یہی الفاظ تمام اہل ایمان کے لئے بھی آئے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس کے اوّلین مخاطب مہاجر وانصار اور جمیع صحابہ کرام ہیں۔ ارشاد فرمایا:

’’(اے ایمان والو!) وہ اللہ ہی ہے جو خود بھی اور اُس کے فرشتے بھی تم سب پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ تاکہ تمہیں (جہالت اور غفلت کی) تاریکیوں سے نکال کر (علم وحکمت

کی) روشنی کی طرف لے آئے اور وہ تمام اہل ایمان کے لئے رحیم ہے‘‘۔(43:33)

جس طرح اللہ اور اس کے فرشتے رسول ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں اُسی طرح اللہ اور اُس کے فرشتے اہل ایمان پر بھی صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے مؤمنوں پر صلوٰۃ نزول رحمت الٰہی ہے چنانچہ فرمایا:

اُولَٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ O (البقرہ 157:2)

مصنوع کی تعریف دراصل صانع کی تعریف ہے:

دراصل حضور نبی کریم ﷺ پر جب درود بھیجا جاتا ہے تو آپ ﷺ کی تعریف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف ہوجاتی ہے۔ اسی لئے ہر دُعا کے آگے پیچھے درود پڑھا جاتا ہے کہ جب اللہ درود قبول فرمائے گا تو اُمید ہے کہ درمیانی دُعا بھی قبول فرمائے گا۔

اللہ کی صلوٰۃ رسول ﷺ پر (احزاب 56:33 کی روشنی میں)

امام بخاری نے ابوالعالیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ سے مراد آپ ﷺ کی تعظیم اور فرشتوں کے سامنے مدح وثنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی تعظیم دنیا میں تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بلند مرتبہ عطا فرمایا کہ اکثر مواقع اذان واقامت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ ﷺ کا ذکر شامل کردیا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دین کو دنیا بھر میں پھیلا دیا اور غالب کیا اور آپ ﷺ کی شریعت پر عمل قیامت تک جاری رکھا۔ اس کے ساتھ آپ ﷺ کی شریعت محفوظ رکھنے کا ذمہ حق تعالیٰ نے لے لیا اور آخرت میں آپ ﷺ کی تعظیم یہ ہے کہ آپ ﷺ کا مقام تمام خلائق سے بلند و بالا کیا اور جس وقت کسی پیغمبر اور فرشتے کو شفاعت کی مجال نہ تھی اس حال میں آپ ﷺ کو مقامِ شفاعت عطا فرمایا جس کو مقامِ محمودؔ کہا جاتا ہے۔ (معارف القرآن از مفتی محمد شفیع)

اللہ کی صلوٰۃ مومنوں پر: اللہ کی صلوٰۃ مومنوں پر سورۃ البقرہ کی آیات 157 اُولَٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ سے ثابت ہے اور اللہ نے خود آنحضرت ﷺ کو ایک موقع پر اہل ایمان پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا ہے:

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ O (التوبہ 109:9)

اے نبی ﷺ! ان کے اموال میں سے صدقہ وصول کرکے ان کو پاک صاف (مطہر و مُزکّی) کردو اور ان پر صلوٰۃ بھیجو۔ بے شک آپ کی صلوٰۃ ان کے

لئے باعث سکون و تسکین ہے اور اللہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن سے آنحضرت ﷺ نے صدقہ زکوٰۃ وصول فرمائے اور اُن پر صلوٰۃ بھیجی؟ وہ اولادِ رسول تھے یا غیر اولادِ رسول؟ یقیناً وہ غیر اولادِ رسول ہی تھے یعنی آپ ﷺ کے اُمتی جن سے آپ نے صدقات وصول کئے اور اُن ہی پر بحکم الٰہی صلوٰۃ بھیجی۔ کیونکہ اگر آلِ فرعون، آلِ لوط علیہ السلام، آلِ ابراہیم علیہ السلام اور آلِ داؤد علیہ السلام سے مراد اُن کے پیرو اور اُن کے اُمتی ہی ہیں تو آلِ محمد ﷺ سے مراد اہل ایمان رسول اکرم ﷺ کے اُمتی ہوں گے۔ چنانچہ درود شریف پڑھتے ہوئے (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ) کہتے ہوئے (اہل ایمان) مستحقین صلوٰۃ کو خارج کر کے محض چند افراد تک محدود کرنا بالکل نامناسب اور مستحقین کی حق تلفی ہوگی جیسا کہ سبائیت نوازوں کا طریقہ ہے۔ پروفیسر قاضی محمد طاہر علی ہاشمی (صاحبزادہ قاضی چن پیر ہاشمی، حویلیاں، ایبٹ آباد) نے اپنی کتاب ''اہل بیت رسول ﷺ کون؟ کے صفحات 49-51 میں ثابت کیا ہے کہ ملت اسلامیہ مجموعی طور پر آپ ﷺ کی ''آل'' ہے۔ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر آل کا لفظ اتباع و انصار کے لئے استعمال ہوا ہے اسی طرح درود میں بھی لفظ آل کا اطلاق اُمت مسلمہ پر ہوتا ہے۔ وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصّٰلِحِینَ سے اس کا مزید ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ پر درود بھیجنے میں آپ ﷺ کے ساتھ آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کی تمام مومن اُمت بھی شامل کی جائے گی۔ مَن سَلَكَ عَلٰی طریقی فَھُوَ آلی (المجموع شرح الھذب) (جو میرے طریقہ پر چلا وہ میری آل ہے)

ایک خاص نکتہ: ایک خاص نکتہ بھی واضح ہوا کہ صدقات و زکوٰۃ وصول کرنے والے کو دینے والے کے حق میں دُعا کرنا فرض ہے۔ (توبہ 103:9) جیسا کہ آپ ﷺ کا معمول تھا۔

دُرُودِ ابراہیمی: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیتَ عَلیٰ اِبرَاھِیمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبرَاھِیمَ اِنَّكَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِك عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکتَ عَلیٰ اِبرَاھِیمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبرَاھِیمَ اِنَّكَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ۔

ترجمہ: اے اللہ حضرت محمد ﷺ پر اور اُن کی آل پر رحمت بھیج جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی آل پر رحمت بھیجی۔ تحقیق تو خوبی اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ حضرت محمد ﷺ اور اُن کی آل کو برکت دے جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی آل کو برکت دی۔ تحقیق

تو خوبی اور بزرگی والا ہے۔ یہاں یہ سوال اُٹھایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر، آپ علیہ السلام کی زوجہ (اہل بیت) پر اور آپ علیہ السلام کی آل پر کب اللہ نے صلوٰت وسلام اور برکت نازل فرمائی جو اس کا حوالہ دے کر وہی کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مانگا جاتا ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَ تْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰم (69:11)

''اور بلاشبہ ہمارے رسول (فرشتے) ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے تو ابراہیم کو سلام کہا۔ اُنہوں نے سلام کا جواب دیا''

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (73:11)

وہ کہنے لگے! ''کیا تم اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں بلاشبہ وہ قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے۔

سورۃ الصافات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ O كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ O اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ O وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ O وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْن (109 تا 113)

''ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی بشارت دی جو صالح لوگوں میں سے نبی ہوگا۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق دونوں پر برکت نازل کی اور ان دونوں کی اولاد میں کچھ نیک لوگ ہوئے اور کچھ اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والے تھے''۔

مندرجہ بالا آیتوں میں ''بشریٰ / بشارت'' اور ''سلام'' اور ''برکت'' مذکور ہیں جو اُٹھائے گئے سوالات کے جوابات ہیں۔

ایک نکتہ: صافات (113:37) سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی نیک انسان سے نسبتی تعلق نجات کے لئے کافی نہیں بلکہ اس کا اصل مدار انسان کے اپنے عقائد اور اعمال پر ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی محمد رحمۃ للعالمین و علی الہٖ واصحابہٖ و ازواجہٖ و اھل بیتہ اجمعین

باب4

دُرود شریف پڑھنے کے
40
محل ومقامات

ملخص از تالیف لطیف علامہ ابن القیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ

’جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ و السلام

علیٰ محمّد خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

ایک مسلمان کو کن کن مواقع پر درود شریف پڑھنا چاہیے ان مقامات کا تفصیل سے تذکرہ ہماری ناقص معلومات میں علامہ ابن قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ (691ھ-751ھ) کی کتاب ''جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم'' میں درج ہے اس کتاب کا ترجمہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے کیا تھا ہم یہاں اس کتاب سے درود شریف پڑھنے کے مواقع کا تذکرہ اختصار کے ساتھ نقل کر رہے ہیں۔ بعض مقامات صرف امام شافعی کے نزدیک ہیں جو احناف کے نزدیک معتبر نہیں ہیں۔ (ادارہ)

01۔ **نماز کے آخری قعدہ میں تشہد کے بعد:** درود پڑھنے کا نہایت ضروری اور مؤکد مقام، نماز کا آخری تشہد ہے۔ اس کی مشروعیت پر تو مسلمانوں کا اجماع ہے لیکن وجوب میں اختلاف ہے۔ خطابی کہتے ہیں کہ نماز میں درود واجب نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ فقہاء کی جماعت کا یہی قول ہے۔

02۔ **تشہد اوّل:** امام شافعی نے کتاب الامّ میں کہا ہے کہ تشہد اوّل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا چاہیے۔ یہ ان کے نزدیک مستحب ہے واجب نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قدیم مذہب یہ تھا کہ تشہد سے آگے نہ بڑھائے اور یہی مذہب امام احمد، امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم کا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک تشہد کی دعا کے الفاظ یہ ہیں:

اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الزَّاكِيَّاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہے۔

(جبکہ احناف کے نزدیک التحیات کے الفاظ یہ ہیں:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَ الطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُه)

03۔ **آخر قنوت:** امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اور جنھوں نے ان سے موافقت کی اس کو مستحب کہا

ہے۔اس کی حجت روایت نسائی ہے۔محمد بن سلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ کلمات وتر میں سکھلائے ہیں۔فرمایا کہ:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِی فِیمَنْ ھَدَیْتَ، وَعَافِنِی فِیمَنْ عَافَیْتَ، وَتَوَلَّنِی فِیمَنْ تَوَلَّیْتَ، وَبَارِكْ لِی فِیمَا أَعْطَیْتَ، وَقِنِی شَرَّ مَا قَضَیْتَ، اِنَّكَ تَقْضِی وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ، وَاِنَّهٗ لَایَذِلُّ مَنْ وَالَیْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ

یہ دعا قنوت وتر کی ہے اور قنوت فجر میں اس کو قیاساً منتقل کرلیا ہے۔(یہ مسلک امام شافعی کا ہے)

04۔ نماز جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد درود شریف کی مشروعیت میں کچھ اختلاف نہیں۔

05۔ خطبات: مثلاً خطبہ جمعہ،عیدین اور استسقاء وغیرہ۔امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ درود کے بغیر خطبہ صحیح نہیں ہوتا اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہ مذہب ہے کہ صحیح ہوجاتا ہے۔خطبات میں درود بر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک ایک مشہور و معروف امر تھا۔

06۔ اذان کے بعد: مقاماتِ درود میں سے ایک جگہ مؤذّن کا جواب دینے کے بعد اور اقامت کے وقت ہے۔صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

''جب تم مؤذن کو سنو تب جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو۔پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔پھر میرے وسیلہ کا سوال کرو۔وسیلہ نام ہے بہشت میں ایک منزلت کا جسے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہی پائے گا اور میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔جس نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس پر میری شفاعت حلال ہوگئی''۔

07۔ دعا کے وقت: مقامات درود میں سے ایک جگہ دُعا کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا ہے۔اس کے تین مراتب ہیں: (I) اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد اور دعا سے پہلے (II) دعا کے اول،وسط اور آخر میں۔(III) دعا کے اوّل و آخر میں۔

پہلی صورت کی دلیل حدیث فضالہ بن عبید ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

جب کوئی دعا مانگنے لگے وہ ابتدا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے کرے۔ پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھے۔ پھر جو چاہے دعا مانگے۔

دوسری صورت کی دلیل جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے سند کے ساتھ عبدالرزاق نے بیان کیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''مجھے سوار کے پیالہ کی طرح مت بناؤ'' فرمایا: ''مجھے وسط دعا اور اس کے اوّل وآخر میں جگہ دو''۔

تیسری صورت سے متعلق احمد بن حوراء کہتے ہیں میں نے ابوسلیمان دارانی سے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرنا چاہے اسے چاہیے کہ پہلے درود پڑھے، پھر حاجت کا سوال کرے اور پھر درود پر ختم کرے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ پر درود تو مقبول ہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا جود وکرم اس سے برتر ہے کہ درود کی درمیان شئے کو ردّ فرمادے۔

08۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت: ابن حبان اور ابوخذیمہ نے صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''جب کوئی مسجد میں آئے تو مجھ پر سلام بھیجے اور ''اَللّٰھُمَّ افۡتَحۡ لِیۡ اَبۡوَابَ رَحۡمَتِكَ'' کہے اور جب نکلے مجھ پر سلام بھیجے اور ''اَللّٰھُمَّ اَجِرۡنِیۡ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡم'' کہے۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ سَلِّمۡ اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ ذُنُوۡبِیۡ وَافۡتَحۡ لِیۡ اَبۡوَابَ رَحۡمَتِكَ۔ ایسا ہے مسجد سے نکلتے وقت صرف رحمتك کی جگہ فضلك بدل دیتے۔

09۔ صفا ومروہ: مقامات درود سے ایک جگہ صفا ومروہ ہے۔ ابن اسحاق نے اپنی کتاب میں نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ صفا ومروہ پر تین تکبیریں کہتے پھر لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَہٗ، لَہُ الۡمُلۡكُ وَ لَہُ الۡحَمۡدُ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡر پڑھتے۔ پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتے۔

10۔ لوگوں کے اجتماع کے موقع پر: اس بارے میں ابن حبان اور حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ: ''نہیں بیٹھی کوئی قوم کسی مجلس میں اور پھر متفرق ہوئی کہ اس میں انہوں نے اللہ کو یاد نہیں کیا اور اپنے نبی ﷺ پر درود نہیں بھیجا، تو وہ ان پر اللہ کی طرف سے ترۃ (باعث خسار)

ہو گی۔ اگر اللہ چاہے ان کو عذاب دے اور چاہے معاف فرمائے۔ عبداللہ بن ادریس نے سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ اپنی مجلسوں کو درود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زینت دو۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

11۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص کی پیشانی خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے''۔ نسائی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے؛ کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھتا ہے''۔

12۔ تلبیہ کے بعد: دارقطنی نے سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لبیک سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت و رضوان کا سوال کیا کرتے اور جہنم سے اس کی رحمت کی پناہ مانگتے۔ صالح کہتے ہیں: میں نے قاسم بن محمد کو کہتے سنا ہے کہ تلبیہ کے بعد درود پڑھنا مستحب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں یہ بھی توابع دعا سے ہے۔

13۔ استلامِ حجر کے وقت: ابوذر ہروی نے سند کے ساتھ نافع سے روایت کی ہے کہ ابن عمر جب استلامِ حجر کا ارادہ کرتے تو پڑھا کرتے: اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِكَ وَ تَصْدِیْقًا بِكِتَابِكَ وَ سُنَّۃَ نَبِیِّكَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم۔

14۔ کسی کام کے لیے نکلتے وقت: ابن ابی حاتم نے سند کے ساتھ ابی وائل سے روایت کی ہے کہ میں نے ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ عبداللہ جب گھوڑے پر سوار ہوتے یا جنازوں کے ساتھ جاتے یا کسی کام کے لیے کھڑے ہوتے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود پڑھتے اور دعائیں مانگتے۔

15 شب بیداری کے وقت: امام نسائی نے سنن کبیر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ دو شخصوں پر ہنستا اور خوش ہوتا ہے۔ ایک وہ جو دشمن سے عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر ملے پھر دشمنوں کو بھگا دے اور ثابت قدم رہے۔ اگر یہ بندہ مارا گیا تو شہادت پائی اور زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ اس دیکھ کر ہنستا ہے۔ اور (دوسرے) وہ آدمی جو رات کو ایسے وقت اُٹھتا ہے کہ

کوئی نہ جانے۔ پھر اچھی طرح وضو کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و تمجید بجالاتا ہے اور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتا ہے اور قرآن مجید شروع کردیتا ہے اسے دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ ہنستا ہے۔ فرماتا ہے میرے بندے کو دیکھو عبادت میں مشغول ہے اور میرے سوا اسے کوئی نہیں دیکھتا۔

16۔ ختم قرآن کے موقع پر: ختم قرآن کے بعد دُعا کرنا امام احمدؒ نے نص سے ثابت کیا ہے۔ ابوالحارث کی روایت میں ہے کہ انس رضی اللہ عنہ جب قرآن ختم کرتے تو اہل و اولاد کو جمع کر لیتے۔ حرب کی روایت میں ہے کہ ختم قرآن کے وقت اہل و اولاد کو جمع کر کے دعا کرنا مستحب ہے۔

17۔ جمعے کے دن: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم ہر ایک جمعہ کو میرے اوپر زیادہ درود پڑھا کرو۔ کیونکہ اُمت کے درود ہر جمعہ کو میرے سامنے کیے جاتے ہیں اور جو مجھ پر درود پڑھنے میں بڑھ کر ہوگا وہ منزلت میں مجھ سے زیادہ نزدیک تر ہوگا''۔ اسے بیہقی نے روایت کیا ہے۔ بیہقی نے ابن مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم مجھ پر جمعہ کے دن درود زیادہ پڑھا کرو؛ کیونکہ کوئی شخص ایسا نہیں جو جمعہ کے دن مجھ پر درود پڑھے مگر یہ کہ اس کا درود میرے سامنے کیا جاتا ہے''۔

18۔ مجلس سے اُٹھنے کے وقت: عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ میں نے سفیان بن سعید کو اتنی دفعہ کہتے سنا ہے جس کا شمار نہیں کرسکتا کہ جب اُٹھنے کا ارادہ کرتے تو کہا کرتے: "صلی اللّٰہ و ملائکته علی محمد و علی انبیاء الله و ملائکته"۔

19۔ مسجد پر نظر پڑے یا پاس سے گزرنے کے وقت: قاضی اسماعیل نے سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ فرمایا: ''جب تم مسجد کے پاس سے گزرو تو نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجو''۔

20۔ غم و شدائد کے ہجوم اور طلب مغفرت کے وقت: ترمذی میں اُبی بن کعب کی اپنے باپ سے لمبی حدیث ہے، جس کے آخر میں ہے: ''کیا میں آپ کے درود کے لیے اپنا تمام وقت کردوں؟'' فرمایا: ''اس وقت وہ تیرے غم کے لیے کافی ہوگا اور تیرے گناہ بخشائے گا''۔ ابن ابی شیبہ نے اس کو مختصراً بیان کیا ہے جس کے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''اب اللہ تعالیٰ تیری کفایت کرے گا اُس چیز سے جس نے تجھے غم میں ڈالا ہے، امر دنیا سے اور آخرت سے''۔

21۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام لکھتے وقت: ابوالشیخ نے سند کے ساتھ ابوہریرہ سے روایت کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کسی تحریر میں مجھ پر درود لکھا، ہمیشہ ملائکہ اس کے لیے استغفار کرتے ہیں جب تک کہ میرا نام اس کتاب میں ہوتا ہے''۔ سلیمان بن ربیع نے سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے کسی کتاب میں مجھ پر درود لکھا ہمیشہ اس پر رحمت جاری رہتی ہے جب تک میرا نام اس کتاب میں ہے۔''

22۔ تبلیغ، تعلیم، تدریس و تذکیر کے اوّل و آخر میں: جو شخص تبلیغ کا فریضہ انجام دے اسے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور اپنی تبلیغ کا اختتام بھی درود کے ساتھ کرے کیونکہ تبلیغی کام سنت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور بندہ کے لئے دنیا اور آخرت میں تمام اعمال سے افضل ہے۔

23۔ دن کے اوّل و آخر: طبرانی نے بروایت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے دس دفعہ صبح کے وقت اور دس دفعہ شام کے وقت مجھ پر درود پڑھا، قیامت کے دن اسے میری شفاعت نصیب ہوگی''۔

24۔ گناہ ہونے کے بعد جب اس کے کفارہ کا ارادہ ہو: ابن ابی عاصم نے کتاب الصلوٰۃ میں بروایت انس رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارے لیے کفارہ (گناہ کو مٹانے والا) ہے۔ جو مجھ پر درود پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے''۔ اسی کتاب میں ابوکاہل رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوکاہل! جو شخص مجھ پر ہر ایک دن میں تین دفعہ اور ہر ایک رات میں تین دفعہ میری محبت اور شوق سے درود پڑھتا ہے، اللہ پر حق ہے کہ اس دن اور رات کے اس کے گناہ بخش دے''۔

25۔ محتاجی اور اس کے خوف کے وقت: ابونعیم نے جابر بن سمرہ السوائی عن ابیہ سے روایت کی ہے کہ ''ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، ایک آدمی آیا اور عرض کی یارسول اللہ! اللہ کے نزدیک سب اعمال سے قریب تر کیا ہے۔ فرمایا ''راست گفتاری اور ادائے امانت'' میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ اور فرمایئے، فرمایا: ''صلوٰۃ اللیل اور صوم ھواجر (یعنی رات کی نماز اور ناغہ ڈال کر روزہ رکھنا)''۔ میں عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ اور فرمایئے،

فرمایا: کثرتِ ذکر اور مجھ پر درود بھیجنا فقر ومحتاجی کو دور کرتا ہے‘‘۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کچھ اور فرمایئے، ’’جو شخص کسی قوم کی امامت کرائے وہ ہلکی نماز پڑھائے، کیونکہ جماعت میں بوڑھے، بیمار، کمزور اور ضرورتوں والے لوگ ہوتے ہیں‘‘۔

27۔ خطبہ نکاح (منگنی) کے وقت: اسماعیل ابن ابی زیاد نے سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ کی تفسیر یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی ثنا اور مغفرت کرتا ہے اور فرشتوں کو نبی اکرم ﷺ کے لیے استغفار کا حکم دیتا ہے (یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا) مؤمنین کو بھی لازم ہے کہ نبی کی ثنا نمازوں میں، مسجدوں میں نیز دیگر مقامات پر اور خطبہ نکاح میں کیا کریں، ان کو بھلا نہ دیں۔

27۔ چھینکنے کے وقت (درود مستحب ہے یا نہیں): طبرانی نے نافع سے روایت کی ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان کے پہلو میں ایک شخص نے چھینکا اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ ابن عمر نے کہا: السلام علی رسول اللہ تو میں بھی کہتا ہوں لیکن عمل یوں نہیں ہے، ہم کو تو رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ جب چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہا کریں۔

ابوموسیٰ مدینی کہتے ہیں کہ بروایت نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف بھی روایت کی گئی ہے۔ ابواسحاق نافع سے روایت کرتے ہیں کہ ’’ایک شخص کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چھینک آئی، ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے بخل کیا۔ تو نے الحمدللہ کے ساتھ نبی اکرم ﷺ پر درود کیوں نہیں پڑھا‘‘۔ پس اس طرف بھی ایک جماعت گئی ہے، جن میں ابوموسیٰ مدینی وغیرہ ہیں اور دوسروں نے اس مسئلہ میں ان سے اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں چھینک کے وقت درود مستحب نہیں ہے۔ یہ مقام صرف اللہ تعالیٰ کی حمد کا ہے۔ درود اگرچہ اللہ تعالیٰ کو نہایت محبوب ہے اور افضل اعمال بھی ہے تاہم ہر ایک ذکر کے لیے ایک مقام مخصوص ہوتا ہے جہاں اس کی جگہ دوسرا ذکر نہیں لے سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ درود رکوع وسجود اور قومہ میں مشروع نہیں بلکہ صرف تشہد اخیر ہے۔

28۔ وضو سے فارغ ہو کر: ابوالشیخ نے اپنی کتاب میں سند کے ساتھ ابووائل سے حضرت عبداللہ کی حدیث روایت کی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی وضو سے فارغ

ہوتو اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہ پڑھے۔پھراس کے بعد مجھ پر درود۔جب ایسا کیا تو اس کے لیے دروازہ ہائے رحمت کھولے جاتے ہیں۔

29۔ گھر میں داخل ہوتے وقت: اس بارے میں ابو صالح سے سند کے ساتھ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور فقر و تنگدستی کی شکایت کی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو سلام کہہ،خواہ اس میں کوئی ہو یا نہ ہو۔پھر مجھ پر سلام پڑھ پھر ایک دفعہ قل ھو اللہ احد پڑھ۔اس شخص نے ایسا ہی کیا۔اللہ تعالیٰ نے اس پر رزق کی ریل پیل کر دی یہاں تک کہ وہ ہمسائیوں اور قرابتداروں کو بھی دینے لگا۔

30۔ ذکر الٰہی کے حلقوں میں: جس مقام پر لوگ ذکر الٰہی کے لیے جمع ہو کر بیٹھیں، وہاں درود بھی پڑھنا چاہیے۔کیونکہ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے کچھ چلنے پھرنے والے فرشتے ہیں جب وہ ذکر کے حلقوں پر پہنچتے ہیں تو ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ بیٹھ جاؤ، جب یہ دعا مانگیں گے تو ہم آمین کہیں گے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ درود پڑھیں گے یہاں تک کہ فارغ ہو جائیں۔پھر ایک فرشتہ دوسرے سے کہتا ہے: کیا خوش نصیب ہیں یہ اپنے گھروں کو ایسی حالت میں جائیں گے جب کہ ان کے گناہ بخشے گئے ہیں۔

31۔ بھولی ہوئی چیز کو یاد کرنے کے وقت: جب کوئی شخص کسی چیز کو بھول جائے اور یاد کرنا چاہے تو اس وقت درود پڑھنے کے بارے میں محمد بن عتاب المروزی کے طریق سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم کسی چیز کو بھول جاؤ تو مجھ پر درود پڑھو۔ان شاءاللہ وہ یاد آجائے گی''۔

32۔ احتیاج کے وقت: احمد بن موسیٰ نے سند کے ساتھ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص صبح کی نماز کے بعد کلام کرنے سے پہلے سو بار درود پڑھے گا،اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کرے گا۔جن میں 30 دنیوی اور 70 اُخروی ہوں گی اور مغرب کی نماز میں بھی اسی طرح ہے''۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: جس کو اللہ عزوجل سے کچھ حاجت ہو اسے چاہیے کہ سنوار کر وضو

کرے اور دو رکعتیں پڑھے، اللہ عزوجل کی ثنا کرے اور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑے اور پھر اس طرح دعا کرے: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ الحَلِيمُ الكَرِيمُ، سُبحَانَ اللّٰهِ رَبِّ العَرشِ العَظِيمِ و الحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِينَ، أَسأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغفِرَتِكَ، وَالغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ ذَنبٍ، لَا تَدَعْ لِي ذَنبًا اِلَّا غَفَرتَهُ، وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجتَهُ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيتَهَا يَا أَرحَمَ الرَّاحِمِينَ ۔

33۔ جب کان بولنے لگیں: ابن ابی عاصم نے سند کے ساتھ حدیث کو روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی کا کان بولنے لگے تو وہ مجھ پر درود پڑھے اور کہے ذَكَرَ اللّٰهُ بِخَيرٍ مَنْ ذَكَرَنِي ایک اور روایت ذَكَرَ اللّٰهُ مَنْ ذَكَرَنِي بِخَيرٍ۔

34۔ فرض نماز کے بعد: اس بارے میں بجز اس حکایت کے جسے ابوموسیٰ مدینی نے عبدالغنی بن سعید کے طریق سے سند کے ساتھ ابوبکر محمد بن عمر سے روایت کی ہے اور کوئی اثر و خبر نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ابوبکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا تھا۔ شبلی آئے تو ابوبکر کھڑے ہوگئے، معانقہ کیا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ میں نے کہا: جناب والا آپ شبلی کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں حالانکہ آپ اور بغداد کے تمام لوگوں کا خیال ہے کہ وہ دیوانہ ہے۔ کہا: میں اس کے ساتھ وہ کیا جو نبی اکرم ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ شبلی سامنے آئے آپ کھڑے ہوگئے اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ میں عرض کیا: یارسول اللہ! آپ شبلی کے ساتھ ایسی عنایت فرماتے ہیں۔ فرمایا: یہ نماز کے بعد لقد جاء کم رسول من انفسکم آخر تک پڑھا کرتا ہے اور پھر درود مجھ پر پڑھتا ہے''۔

35۔ ذبح کے وقت: اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور امام شافعی اس کو مستحب کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ذبیحہ پر بسم اللہ کہنا کافی ہے لیکن اگر اس کے بعد اللہ کے ذکر کو زیادہ کرلیا جائے تو یہ بہتر ہے، میں اس کو مکروہ نہیں سمجھتا کہ بسم اللہ کے ساتھ صلی اللہ علیٰ رسول اللہ بھی کہہ دیا جائے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ ہرحال میں نبی ﷺ پر درود کی کثرت کی جائے۔ اس مسئلہ میں دوسرے لوگوں نے ان کے ساتھ اختلاف کیا ہے ان میں سے امام ابوحنیفہ کے اصحاب ہیں۔ وہ اس وقت درود پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اس میں اهلال لغير الله (غیر اللہ کے نام ذبیحہ پر پکارنا) کا ابہام پایا جاتا ہے۔

36۔ نماز میں قعدہ اخیرہ کے علاوہ قراءت کے اندر جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آئے یا آیت (اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ) پڑھی جائے۔

اس کو ہمارے اصحاب (حنابلہ) وغیرہم نے ذکر کیا ہے کہ جب قرآن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام تک انسان پہنچے تو ٹھہر جائے اور دُرود پڑھے۔

37۔ اگر کسی کے پاس مال نہ ہو تو وہ صدقہ کے بدلے درود شریف پڑھے۔ تنگ دست سے یہ درود پڑھنا عوض صدقہ کے کفایت کرے گا۔ ابن وھب نے سند کے ساتھ ابوسعید سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کے پاس صدقہ نہ ہو وہ اپنی دعا میں پڑھے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَات وَالْمُسْلِمین وَالْمُسلمَات یہ اس کے لیے زکوٰۃ ہے۔

38۔ سونے کے وقت: ابوالشیخ نے ابوقرصافہ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ہے کہ ''جو شخص بستر لیٹ کر ''تبارک الذی بیدہ الملک'' پڑھے اور پھر کہے: اَللّٰھُمَّ رَبّ الْحِلِّ وَالْحرم وَربّ الْبَلَد الْحَرَام وَرب الرُّکْن وَالْمقَام وَرب الْمشعر الْحَرَام بِحَق کُلِّ آیَةٍ أنزلتها فِی شهر رَمَضَان بَلّغْ رُوْحَ مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم منی تَحِیَّةً وَسلَامًا چار دفعہ اس کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو مقرر فرماتا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے ہیں اور کہتے ہیں یا محمد! فلان ابن فلان آپ کو السلام ورحمة الله عرض کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: وعلی فلان منی السلام ورحمة الله وبرکاته۔

39۔ ہر اہم اور خاص کلام کے وقت: ابوموسیٰ مدینی نے سند کے ساتھ حدیث ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کلام کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے ذکر اور میرے درود کے ساتھ نہیں وہ کلام اقطع اور برکت سے خالی ہے''۔

40۔ نماز عید کے درمیان۔ یہ امر مستحب ہے کہ نماز عید کے اندر اللہ کی حمد و ثناء کی جائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے۔ (عندالشافعی رحمتہ اللہ علیہ)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ

عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ

کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیمَ

اِنَّکَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ

عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیمَ

اِنَّکَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ

باب 5

رسولِ رحمت

ﷺ

کی

رحمت للعالمینی

کی پھوار اُمت پر

حصہ اوّل	61
حصہ دوم	75
حصہ سوم	99
حصہ چہار	121

حصہ اوّل

☆ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت

☆ سورۃ الاحزاب کی آیت 56 کا پس منظر

☆ جنگ خندق کے حالات

☆ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام

☆ درود شریف پڑھنے کا انعام

☆ عام مسلمانوں یعنی آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اللہ تعالیٰ
اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی

☆ آیات 43 اور 44 کے مضامین کی وضاحت

(ب) مقامِ نبوت

(ا) جنگ خندق یا غزوۂ احزاب

(ج) ظلمات سے نور کی طرف

رسولِ رحمت ﷺ اور آپ کی اُمت

ساری اُمت مسلمہ اس بات پر یک زبان ہے کہ قرآن مجید میں سورۂ احزاب (33) کی آیت 56 میں وارد "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ" کے الفاظ آپ ﷺ کے لئے مبدءِ فیض خالق ارض وسما کی طرف سے خصوصی اعزاز ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ ﷺ کے اعلیٰ مقام ومرتبت کے آئینہ دار ہیں۔ نیز یہ مقدّس الفاظ جملہ خبر یہ کے انداز میں قرآن پاک میں وارد ہونا خصائص محمد ﷺ میں سے ہے۔

ان مختصر الفاظ میں معانی ومفہوم کا ایک ایسا بے پایاں سمندر ہے جو بیان ہوا ہے اور ان الفاظ میں 'رحمتیں بھیجنا' کے 'عمل' پر نگاہ جمائیں، رحمت تو ایک ویسے ہی مثبت قدر ہے اور 'عطا' و 'انعام' میں تو جو بھی مل جائے وہی کافی ہوتا ہے یہاں اس پہلو سے عقل حیران ہے اور ناطقہ عاجز ہے کہ اس حقیقت کے بیان وتشریح کے لئے دامنِ زبان میں وہ الفاظ ہی نہیں ہیں۔

اسی بے پایاں رحمت خداوندی کی 'چھلکتی' عطا کے ترشّح سے، حضرت محمد ﷺ کی اپنی اُمّت سے حد درجہ محبت کی بنا پر، دینے والے نے اُمت مسلمہ کو بھی محروم نہیں رکھا اور اپنی اسی بے پایاں 'عطا' کا ایک 'شاہ درہ' اُمت مسلمہ کی طرف کھول کر ہر مسلمان کے لئے اپنی رحمت کے دریا بہا دیے ہیں جو اس وقت تک بہتے رہیں گے جب تک اس دنیا میں ایک شخص بھی 'اللہ' 'اللہ' کہنے والا باقی ہوگا۔ (لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ: اَللّٰه، اَللّٰه۔ مسلم عن انس رضی اللہ عنہ) اور ـــــ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک سورج چاند رہے گا جب تک آسمان زمین رہے گی۔ (سورۂ ہود 11-108)

سورۃ الاحزاب کی آیت 56 کا پس منظر

قرآن مجید کی وہ مشہور آیت جس میں اللہ تعالیٰ نے اس 'خبر' کے بعد کہ خود ربِ کائنات بھی حضرت محمد ﷺ پر رحمتیں بھیجتے رہتے ہیں اور اس کے 'خاص' مقربین بارگاہ فرشتے بھی۔

اے اہلِ ایمان! تم بھی آپ ﷺ پر صلوٰۃ (اللہ سے آپ ﷺ کے لئے رحمت طلب کرنا) بھیجا کرو اور آپ ﷺ کو سلام پیش کرو جیسا کہ 'سلام' پیش کیا جاتا ہے۔ یہ سورۂ احزاب (33) کی آیت نمبر 56 ہے۔ جس کا سیاق وسباق یوں ہے کہ یہ سورت جنگ احزاب یا جنگ خندق کے موقع پر ان حالات واقعات پر تبصرہ پر مشتمل ہے جو اس جنگ کے موقع پر مسلمانوں کو پیش آئے تھے۔ پس منظر کو ذہن میں تازہ کرنے کے لیے ہم اس جنگ کے حالات کا مختصر تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں۔

جنگ خندق کے حالات

مسلمانوں کو ہجرتِ مدینہ کے بعد جن جنگوں سے سابقہ پیش آیا ان میں جنگ بدر رمضان 2ھ (بمطابق مارچ 624ء) جنگ اُحد شوال 3ھ (بمطابق مارچ 625ء) اور جنگ خندق 5ھ (بمطابق 627ء) میں پیش آئی۔ جنگ بدر میں کافروں کا عددی غلبہ تھا تاہم اللہ تعالیٰ نے نہتے مسلمانوں کی خصوصی مدد ونصرت فرمائی اور مسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی اور کافر 70 لاشیں اور 70 قیدی چھوڑ کر میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس شکست کا بدلہ لینے کے لئے وہ اگلے سال رمضان المبارک کے متصل بعد مدینے پر حملہ آور ہوئے اور 3000 بمقابلہ 700 مسلمانوں کو کچھ زک پہنچا کر، نامراد واپس ہوئے۔ اب اُنہوں نے پورے عرب سے مدد چاہی اور اس سارے جنگی سلسلہ میں یہود ان کے ساتھ تھے۔ چنانچہ پورے عرب سے 10,000 کا لشکر مدینے کی چھوٹی سی بستی پر ہر چہار طرف سے حملہ آور ہوا۔ مگر آپ ﷺ نے کمالِ حکمت سے اس دوران اور راز داری سے مدینہ کی شہری آبادی کے گرد پہاڑی سلسلہ کی آڑ لے کر میدانی حصہ میں تقریباً 7–8 کلومیٹر لمبی خندق کھدوائی جو اتنی چوڑی تھی کہ گھڑ سوار بھی اس کو عبور نہ کر سکے اور اتنی گہری تھی کہ اگر کوئی گھڑ سوار یا پیدل اس میں گر جائے تو بآسانی نکل بھی نہ سکے۔ اس سے کافروں کے سارے ناپاک منصوبے ناکام ہو گئے وہ باوجود پوری کوشش کے اس خندق کو عبور کر کے شہر میں داخل نہیں ہو سکے۔ تاہم مسلمانوں کے لئے اس دوران اس خندق کی کڑی نگرانی ہی سب سے اہم مسئلہ تھا اور آپ ﷺ کی طرف اسی پر زور تھا۔ شہر کے باہر کفار کے لشکر کی وجہ سے شہر میں غذائی اجناس اور دیگر اشیاء کی کمی ہو گئی تاہم مسلمانوں نے بڑی پامردی دکھائی اور 28 دن ڈٹے رہے۔ منافقین کا کردار مشکوک تھا اور جنگ کی وجہ سے مشکلات اور پریشانیوں کا واویلا بھی کرتے رہے مگر

مسلمانوں کے خلوص اور جانثاری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دل میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور غیر مرئی لشکر بھیجے جس سے وہ حوصلہ چھوڑ گئے اور خود ہی محاصرہ ختم کر کے ناکام و نامراد واپس روانہ ہوگئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے فدویانہ جذبے اور حضرت محمد ﷺ سے وفاداری کی تعریف بھی فرمائی اور تشویب بھی کی۔ اسی موقع پر آیات نازل ہوئی کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًاO (33-21)

”تم کو اللہ کے پیغمبر (ﷺ) کی پیروی کرنی بہتر ہے (یعنی) اس شخص کو جسے اللہ (سے ملنے) اور روزِ قیامت (کے آنے) کی اُمید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو“۔

یعنی اس جنگ کے موقع پر جس طرح حضرت محمد ﷺ ایک چٹان کی طرح ڈٹے رہے اور آپ ﷺ کے پائے استقلال اور اللہ پر بھروسے میں کوئی بال برابر بھی اضمحلال نہیں آیا اور آپ مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس جنگ میں کفار کی یلغار اور مسلسل دباؤ کی وجہ سے ایک دن ایسا بھی آیا کہ آپ ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ظہر، عصر، مغرب کی نمازیں قضا ہوگئیں۔ اس واقعہ سے دشمن کے حملوں کی شدت اور مسلمانوں کے اتباعِ رسول کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اے مسلمانو! یہ سارے رویے تمہارے لئے ’بہترین نمونہ‘ اور ’اُسوۂ کاملہ‘ ہے اور اے مسلمانو! آئندہ تمہیں بھی اسی طرح کے جذبوں اور حوصلوں کا اظہار کرنا ہوگا تاکہ حق کا بول بالا رہے۔

اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے آپ ﷺ سے فدویانہ جذبات اور وفاداری کے طرزِ عمل کی تعریف فرمائی جو منافقین کے طرزِ عمل پر خود بخود تنقید بن گئی۔ اس لئے کہ منافقین کا طرزِ عمل اہل ایمان کے طرزِ عمل سے جداگانہ اور علیحدہ تھا۔ دشمنوں کی یلغار اور مسلسل دباؤ کی وجہ سے مسلمانوں کا جذبہ وایثار دیدنی تھا۔ راشن کی قلت تھی، گھریلو مسائل تھے، منافقین کی ریشہ دوانیاں تھیں تاہم اہل ایمان کی حالت یہ تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُونَ الْاَحْزَابَ قَالُوا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيمَانًا وَّ تَسْلِيمًاO (33-22)

’’اور جب اہلِ ایمان نے (کافروں کے) لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ نے سچ کہا تھا اور اس سے ان کا ایمان اور اطاعت اور زیادہ ہوگئی‘‘۔

اور اس پر اہلِ ایمان کے جذبات کی مزید ترجمانی یوں فرمائی:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا O (33-23)

’’اہلِ ایمان میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انھوں نے اللہ سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا تو ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر کو پورا کر کے اس سے فارغ ہوگئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا‘‘۔

جبکہ ـــــــ یہی موقع تھا اور یہی حالات کہ منافقین مدینہ کی سوچ یہ تھی۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا O هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا O وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا O (33-10 تا 12)

’’جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر (چڑھ) آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (مارے دہشت کے) گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ وہاں مؤمن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔ اور جب منافق کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو ہم سے محض دھوکے کا وعدہ کیا تھا‘‘۔

اسی جنگ کے موقع پر یہود کا تیسرا قبیلہ بنوقریظہ جس نے قریش کے ساتھ ساز باز کر کے ان لشکروں کو لانے کا بندوبست کرنے میں مدد دی تھی اور یہ ساری کوششیں اس اُمید پر تھی کہ یہ دس ہزار کا لشکر مدینہ میں گھس کر (معاذ اللہ) اکابر مسلمانوں اور خود رسول اللہ ﷺ کو شہید کر دیں گے اور پھر یہ لشکر واپس ہو جائے گا۔ اس لشکر کے واپسی کے بعد مدینہ اور قرب و جوار میں یہود کا ’اقتدار‘ قائم ہو جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہود (صہیونیت)، مشرکین مکّہ اور

منافقین کے سارے شیطانی منصوبے خاک میں ملا دیے اور سارے ابلیسی خواب چکنا چور کر دیے اس کے برعکس لشکر کی واپسی کے فوراً بعد حضرت جبریل علیہ السلام کے کہنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوقریظہ کے علاقے پر حملہ کر دیا۔ پہلے اُنہوں نے مقابلے کی ٹھانی مگر بعدازاں صلح اور ثالثی پر آمادہ ہو گئے اور اپنے سابقہ حلیف حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (جو قبیلہ اوس کے رئیس تھے اور پرانا خاندانی یارانہ تھا) کو ثالث بنا دیا۔

اُنہوں نے ایمان کے تقاضوں اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیمانوں کے سامنے یہود کی سابقہ قبل از اسلام کی دوستی کو بال برابر آڑے نہ آنے دیا اور فراست مؤمنانہ سے کام لیتے ہوئے تورات منگوا کر اس میں باب المعاہدات کے تحت درج کسی قوم کی دوسری قوم سے بدعہدی کی سزا نافذ کر دی اور یوں 700 کے لگ بھگ قابل جنگ مردوں کی گردنیں اڑا دیں گئیں اور قبیلہ کو بھی خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔ یاد رہے کہ اس کے چند ماہ بعد خیبر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کر لیا۔

اس واقعہ کا بھی اسی سورت میں یوں نقشہ کھینچا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِغَيۡظِهِمۡ لَمۡ يَنَالُوۡا خَيۡرًا ‌ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الۡقِتَالَ ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيۡزًا O وَاَنۡزَلَ الَّذِيۡنَ ظَاهَرُوۡهُمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ مِنۡ صَيَاصِيۡهِمۡ وَقَذَفَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الرُّعۡبَ فَرِيۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ وَتَاۡسِرُوۡنَ فَرِيۡقًا O وَاَوۡرَثَكُمۡ اَرۡضَهُمۡ وَدِيَارَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ وَاَرۡضًا لَّمۡ تَطَئُوۡهَا ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرًا O (33-25 تا 27)

''اور جو کافر تھے ان کو اللہ نے پھیر دیا وہ اپنے غصّے میں (بھرے ہوئے تھے) کچھ بھلائی حاصل نہ کر سکے اور اللہ مومنوں کو لڑائی کے بارے میں کافی ہوا اور اللہ طاقتور (اور) زبردست ہے اور اہل کتاب میں سے جنھوں نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کے قلعوں سے اُتار دیا اور ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔ تو کتنوں کو تم قتل کر دیتے تھے اور کتنوں کو قید کر لیتے تھے اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مال اور اس زمین کا جس میں تم نے پاؤں بھی نہیں رکھا تھا تم کو وارث بنا دیا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں آپ ﷺ کا مقام

اس پس منظر میں وہ مشہور و معروف آیت (33–56) نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت اور اپنی سنت و طریقہ کا اظہار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (تو پہلے بھی اور اب بھی) آپ ﷺ پر اپنی رحمتیں بھیجتے رہتے ہیں اور اس کے بے شمار فرشتے (جن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں) بھی آپ ﷺ پر رحمتیں بھیجنے کی دعائیں کرتے ہیں ان کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر وہ رحمتیں بھی بھیجی جاتی ہیں جو آپ ﷺ کے مزید قربِ الٰہی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اے اہل ایمان! تم ضرور آپ ﷺ پر درود بھیجو (اللہ تعالیٰ کی رحمتیں طلب کرو) اور جنگ خندق کے موقع کی طرح اپنی وفاداری تسلیم و رضا اور خلوص کا نذرانہ مسلسل پیش کرتے رہو جیسے اس کو ہونا چاہئے۔

درود شریف پڑھنے کا انعام

دنیا میں عام اُصول ہے جس کا ہر کس و ناکس کو تجربہ ہے 'کر بھلا، ہوگا بھلا'، یا 'چاہ کن را چاہ در پیش' حدیث پاک میں اس مفہوم کو یوں ادا کیا گیا ہے کہ 'اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَاء' یا جیسے مشہور شاعر الطاف حسین حالی مرحوم نے کہا ہے:

ؔ کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

_____ چنانچہ جب آدمی خالق کائنات اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) پر درود شریف بھیجتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے رحمتیں طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں اور الطاف کریمانہ کا یہی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس شخص پر اپنی رحمتیں بکھیر دیتا ہے۔ ایک فرمانِ رسالت مآب ﷺ میں اس حقیقت کو یوں واضح کیا گیا ہے کہ:

(1) مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاۃً وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیئَاتٍ، وَرُفِعَتْ لَہُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ (النسائی عن انس)

''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا' اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اس کے دس گناہ معاف فرمائے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا۔''

دوسرے فرمان میں اس مضمون پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے:

(2) مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ عَشْرًا (مسلم، عن ابی هريرة)

''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے''

ایک تیسرے فرمان میں آپ ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) نے اس کی مزید یوں وضاحت فرمائی ہے۔

(3) مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَلِّي عَلَيَّ، اِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا صَلّٰى عَلَيَّ، فَلْيُقِلَّ الْعَبْدُ مِنْ ذَالِكَ أَوْ لِيُكْثِرْ (ابن ماجه، عن عامر بن ربيعة)

''کوئی مسلمان مجھ پر جتنا درود بھیجتا ہے فرشتے اس کے لئے اتنا ہی دُعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔ اب جو چاہے کم پڑھے، جو چاہے زیادہ پڑھے۔''

____ گویا ہر وہ شخص جو آپ ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) پر درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور مزید برآں فرشتے بھی اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں طلب کرتے ہیں (فرشتوں کی تعداد اللہ ہی بہتر جانتے ہیں یہ ہر شخص کے ایمان و یقین، جذبہ وشوق آپ ﷺ سے وفاداری وخودسپردگی کے مطابق ہوتی ہے)۔

عام مسلمانوں یعنی آلِ محمد ﷺ پر بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی

اُوپر درج احادیث مبارکہ کا حاصل یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ سیّدنا حضرت محمد ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) پر درود بھیجتے اور اس کے فرشتے بھی اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کے لئے رحمتیں طلب کرتے ہیں اسی طرح جو شخص آپ ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کا سچا اُمتی یعنی آلِ محمد (ﷺ) میں سے ہے اور آپ ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) سے وفاداری اور خلوص کا سچا تعلق رکھتا ہے اور آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ ان تمام مسلمانوں یعنی اُمت محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے افراد پر بھی اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔

یہی حقیقت قرآن پاک میں سورۃ الاحزاب میں یوں بیان ہوئی ہے اور یقیناً تمام

ایمان کے لئے مژدۂ جانفزا اور جنت کی ہوا کے جھونکے سے کم نہیں ہے۔اس سے یہ بھی واضح ہے کہ درود شریف میں آلِ محمد سے مراد اہل ایمان ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا (43-53)

''وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تا کہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور اللہ مؤمنوں پر مہربان ہے''۔

اور اگلی آیت میں فرمایا:

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ وَاَعَدَّلَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا (33-44)

''اور جس روز وہ ان سے ملیں گے ان کا تحفہ (اللہ کی طرف سے) سلام ہوگا اور اس نے ان کے لیے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے''۔

یہ آیت، اُس مسلمان کے لئے جو اپنے آقا حضرت محمد ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) سے وفاداری، تسلیم و رضا اور خلوص کے تعلق کے ذریعے وابستہ ہے اور ان پر درود و سلام بھیجتا ہے ـــــ اتنے بڑے دنیوی و اُخروی اجر کا پیغام دے رہی ہے، جس پر اُمت محمدی ﷺ کے ہر فرد کو فخر کرنا چاہئے۔ یہ بات نوٹ کر لینے کی ہے کہ اکثر درود شریف کے الفاظ میں آلِ محمد کے الفاظ وارد ہیں یہاں آل محمد ﷺ سے احادیث اور آیاتِ قرآن کے استدلال سے کل اُمت محمدی مراد ہے۔ ہاں جہاں اولاد، ازواجِ مطہرات اور اہل بیت کا الگ ذکر ہو تو وہاں آل سے مراد اولاد بھی ہوتا ہے۔

آیات 43 اور 44 کے مضامین کی وضاحت

قارئین کرام عام مسلمانوں پر بھی ربّ کائنات کی طرف سے رحمتیں بھیجنے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی طرف سے بھی ایسے اُمتیوں کے لئے رحمتیں بھیجنے کی دُعا کرنے کے بارے چند باتیں ہیں جو غور طلب ہیں اور ہم سب کی توجہ کی طالب ہیں۔

(ا) جنگ خندق یا غزوۂ احزاب

یہ آیات جنگ خندق کے موقع پر سیّدنا حضرت محمد ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کے ساتھ

اہلِ ایمان کی بے پناہ محبت، وابستگی اور وفاداری کے بے مثال مظاہرے کے موقع پر نازل ہوئیں۔ اہلِ ایمان کے اسی فدویانہ طرزِ عمل کو عین اسی موقع پر منافقین کے باغیانہ، گستاخانہ اور ستانے والے طرزِ عمل نے تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا (چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے) کے مصداق اور زیادہ نمایاں اور اہمیت کا حامل بنا دیا تھا اور یہی مضمون چونکہ ذخیرۂ احادیث میں آیا ہے ان آیاتِ زیرِ گفتگو سے متعلق چند اُصولی باتیں قارئین کے لئے پیش خدمت ہیں۔

(i) قرآن پاک میں اہلِ ایمان کے کئی درجات بیان ہوئے ہیں اور یہ بات عام مسلمانوں اور خواص سب کے لئے توجہ طلب ہے کہ نماز پنجگانہ میں جو سورۂ فاتحہ کی قرأت ہوتی ہے اور ہر رکعت میں شامل ہے اس سورت میں پہلے ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ سے خالص کر کے 'عبادت' کا عہد و پیمان کرتے ہیں اور اُسی سے مدد اور استعانت کا اقرار کرتے ہیں۔ اس کے بعد والی تین آیات مبارکہ میں اس سورت کا پڑھنے والا اپنے ربّ سے ایک سیدھے راستے کی استدعا کرتا ہے کہ وہ راستہ جو اللہ تعالیٰ تک لے جاتا ہے جس میں قربِ الٰہی ہو، رضائے الٰہی ہو جس میں حضرت محمد ﷺ اور دیگر اکابر مسلمانوں کی مصاحبت (COMPANY) ہو اور ان لوگوں کے راستوں سے اجتناب کی بھی درخواست کرتا ہے جو اس راستے کو چھوڑ گئے یا گمراہ ہو گئے۔

مثبت طور پر وہ لوگ جو صراطِ مستقیم پر ہیں اور قرآن مجید کے مطابق جن پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ہوتے ہیں وہ اللہ کے برگزیدہ مخلص بندے ہیں جن کی مزید وضاحت سورۂ نساء (04-69,68) میں وارد ہوئی ہے:

............وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًاO وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا O

"............اور ہم ان کو سیدھا راستہ بھی دکھاتے۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا (یعنی) انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے"۔

چنانچہ سب سے اعلیٰ درجے میں توہدایت یافتہ اوردوسروں کے لئے کامل نمونہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہیں جن میں حضرت آدم علیہ السلام پہلے اور سیّدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) سب سے آخر میں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدالاوّلین بھی ہیں اور سیّدالآخرین بھی اور پوری انسانیت میں سے بھی اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام میں بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مقام اور مرتبے والے ہیں۔ پھر وہ حضرات ہیں جو صدیقیّت کے مقام رفیع پر فائز ہیں (جن میں مرد بھی شامل ہیں اور خواتین بھی) پھر حضرات شہداء کرام ہیں اور پھر عام صالح باعمل اور بھلے مسلمان۔

زیر گفتگو آیات میں پہلے تو آیت (56-33) میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کا تذکرہ ہوا ہے جن پر اللہ کی بے شمار رحمتیں ہیں اور انہیں رحمتوں کی بدولت وہ انسانوں میں سب سے اعلیٰ مقام، مقامِ محمود کے لئے موزوں ترین ہستی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ان پر مسلسل رحمتیں جاری ہیں اور جاری رہیں گی۔ پھر اہل ایمان کی طرف سے مسلسل درود وسلام کے تحائف اور سوغاتیں اللہ تعالیٰ کے ہاں .... مزید رحمتوں کو متوجہ کرتی ہیں۔ لہٰذا، 'صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم' کے تذکرے والی آیت میں "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ" کے لئے کسی نوعیت کے مزید تقرب کے ذریعے اور درجے ذکر نہیں ہے وہ تو پہلے ہی اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہیں۔ جبکہ اہل ایمان کے تذکرے میں چونکہ صالحین سے لے کر صدّیقین سب شامل گفتگو ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور کے لوگ بھی شامل ہیں اور بعد کے زمانوں کے مسلمان اور اہل ایمان بھی شامل ہیں لہٰذا وہاں اللہ تعالیٰ نے اس رحمتوں کے نزول کے نتیجے میں ان اہل ایمان پر 'تقربِ الٰہی' کے مراحل کے طے ہونے کا اُصولی تذکرہ فرما دیا ہے۔

(ii) دوسری اہم بات یہ ہے کہ جس طرح آیت (56-33) میں اللہ تعالیٰ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں بھیجنے اور فرشتوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کے لئے رحمتیں طلب کرنے کے موقع پر مضارع کا صیغہ آیا ہے (جو اہل علم کے نزدیک زمانہ حال اور مستقبل پر بولا جاتا ہے) مگر 5ھ میں غزوۂ احزاب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کی حیاتِ طیبہ خالق ارض وسماء ربّ کائنات سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے اور فرشتوں کی طرف سے رحمتوں کے اس نزول سے خالی نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فضل اور رحمت کی گھٹا آپ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) پر مسلسل چھائی رہی ہے۔

ماضی میں یہ سلسلہ کہاں سے شروع ہوا اس میں اہل علم اور اہل نظر مؤمنین اپنے اپنے ذوق کے مطابق ممکن ہے اختلاف بھی کریں مگر یہ اختلاف باعث رحمت ہی ہوگا۔

اس آیت (33-43) میں جہاں عام اہل ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں کا نزول اور فرشتوں کی طرف سے بھی طلب کردہ رحمتوں کی بارش کے بارے میں اگرچہ آیت پاک میں مضارع ہی کا صیغہ آیا ہے مگر اس مشروط خبریہ جملے کا اطلاق بھی زیادہ قرین قیاس ہے کہ موثر یہ ماضی ہی ہونا چاہیئے۔ اس لئے مدینہ منورہ میں ایمان لانے والے اور مکہ میں ایمان لانے والے خوش نصیب نیز شہدائے بدر واُحد وغیرھم رضی اللہ عنہم کا بھی اس سعادت میں نہ شامل ہونا اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور اہل ایمان کے لئے شانِ عطا کی وسعت سے بعید ہے پھر اسی رحمت خداوندی کی وسعت کے اشارے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی اُمتوں کے مخلص صادقین کو شامل کرنے کے بھی قرآن پاک میں موجود ہیں۔ جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

(iii) اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی رحمتیں بھیجتا ہے ـــــ پھر اہل ایمان کا آپ پر درود شریف پڑھنا اور اس کے نتیجے میں اس سبحانہٗ وتعالیٰ کی دس رحمتیں ہر دفعہ نازل ہوتی ہیں پھر فرشتوں کی طلب کردہ رحمت کی ترشیح الگ ہے۔ مگر اہل ایمان کے لئے آیت (33-43) میں یہ رحمتیں ترقی درجات کا باعث بنتی ہیں اور مسلمان اس عمل سے اُوپر کے اعلیٰ درجات ومقامات تک ترقی کرتا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ بات صحیح ہے کہ عام صالحین کے بھی بے شمار درجات ہوں گے کہ مسلمان (سالک) درود شریف پڑھنے سے آگے بڑھتے ہوئے وہ زینے چڑھتا چلا جائے کہ بالآخر عام صالح اہل ایمان کے درجے سے شہداء کے درجے میں پہنچ جائے اور پھر آگے بڑھتے صدیقیّت کا مقام حاصل کرلے۔ یہ یاد رہے کہ اسلام میں شہادت، شہید اور شہداء کی طرح صدیقیت بھی ایک سالک صراطِ مستقیم کے لئے اعلیٰ مراتب کے حصول کے لئے 'درجة العلیا' کی حیثیت رکھتا ہے (اس کے لئے تفصیلی گفتگو ایک بالکل الگ موضوع ہے)۔ مگر صدیقیت ایک مقامِ رفیع ہے اُمت مسلمہ کے تمام درجات جن کا فیصلہ انسان کے اعمال اور کسب سے متعلق ہے ان میں سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ جناب سیّدنا حضرت عبداللہ بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہما جن کو عرف عام اور ہمارے دینی لٹریچر میں سیّدنا صدیق اکبر کہتے ہیں ان کا یہ لقب ہی بتا رہا ہے کہ وہ اپنے دور کے

سب سے بڑے صدیق تھے اور اُمت کے بھی کہ مسلمان اُمت انہیں افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ابوبکر صدیق کہتی ہے۔ یعنی اُس زمانے میں اہل ایمان میں سے اور بھی صدیق تھے مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان میں سے سب سے بڑے تھے۔

(ب) مقامِ نبوت

اسی طرح 'نبوت' کا مقام منفرد ہے۔ اہل سنت کے نزدیک جب تک اللہ تعالیٰ دنیا میں نبی مبعوث کرتے رہے اس وقت بھی نبوت اور نبی ایک 'وہبی' عطا تھی اللہ تعالیٰ جسے (موزوں سمجھتا تھا اور) چاہتا تھا اُسے نبوت عطا فرما دیتا تھا یہ 'کسبی' عہدہ یا مقام نہیں تھا کہ جس نے یہ یہ کام کئے ہوں نبی بن سکتا ہے جیسے آج کل اخبارات میں SITUATION VACANT کے اشتہارات آتے ہیں اس میں کسی عہدہ میں مطلوبہ تعداد میں لوگ بھرتی کرنا ہوتے ہیں ان کا کوٹہ اور پھر اس عہدہ کے لئے مطلوبہ معیار اور قابلیت کا ذکر ہوتا ہے نبوت کا مقام رفیع اس طرح کا 'کسبی' اور محنت سے حاصل کرنے کے قابل عہدہ نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی مطلق مرضی اور اختیار تھا وہ جسے چاہتا تھا نبی بنا دیتا تھا ـــــ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں لہٰذا، اب تو نبوت و رسالت کا باب بند ہو چکا۔ عام مسلمانوں کی سعی و جدوجہد اور دینی ذمہ داریاں ادا کرنے سے صالحیت سے شہادت اور صدیقیت کے مقامات حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

یہ مقامِ نبوت، اللہ تعالیٰ نے کسی عورت کو عطا نہیں فرمایا اس کی حکمتیں وہ ذاتِ اقدس خود ہی جانتی ہے البتہ صدیقیت، شہادت اور صالحیت میں مردوں کے ساتھ خواتین بھی شامل ہیں اور آج بھی یہ مواقع موجود ہیں۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہا السلام صدیقہ تھیں۔ اسی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی صدیقہ تھیں۔

(ج) ظلمات سے نور کی طرف

گویا آیت (33-3\4) کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) پر درود شریف پڑھنے سے جو خصوصی رحمتیں شامل ہوتی ہیں اس کی وجہ سے ہر مسلمان جہاں کھڑا ہے وہاں سے آگے کا سفر کرتا رہتا ہے اور 'سیر الی اللہ' کا سفر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف اور وفاداری و وفا کیشی کی

بدولت کامیابی سے طے ہوتا رہتا ہے۔

عام قارئین شاید اس جملے کے ظاہری الفاظ سے یہ نتیجہ نہ نکال لیں کہ یہاں تو اُن صحابہ کا ذکر ہے جو جنگ خندق میں عہد وفاداری نبھا چکے تھے تو ان کے لئے 'ظلمات' کیا ہیں اور ان کا 'ظلمات' سے 'نور' کی طرف بڑھنے سے کیا مراد ہے؟ کیا عام مسلمان اور بلند مقامات کے حامل مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں ہے؟ یہ بات وضاحت طلب ہے اور ذہن نشین کر لینے کی ہے کہ سفر ابتداء سے شروع ہو یا درمیان سے منزل کی طرف سفر، سفر ہی ہوتا ہے۔ عام مسلمان ایمان لا کر گویا صفر سے اپنے سفر کا آغاز کرتا ہے اور آگے بڑھ رہا ہے کوئی 10 حصے آگے بڑھ گیا ہے اور 90 حصے باقی ہیں کوئی دوسرا مسلمان 15 درجے سفر طے کر چکا ہے مگر سست روی کا شکار ہے۔ خلوص کی کمی، ہمت کی کمی، ماحول کی خرابی کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ پا رہا۔ کوئی 50 درجے سے آگے نکل گیا کوئی 80 درجے تک پہنچ کر ابھی آگے بڑھ گیا ہے۔ مگر یہ سارے 'مسافر' ہیں حالت سفر میں ہی ہیں اور 'مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ' کے راستے پر ہی گامزن ہیں۔

مسائل درود شریف

01. عمر بھر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے۔
02. مجلس میں کئی بار آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے تو ہر بار ذکر کرنے والے اور سننے والے پر درود پڑھنا واجب ہے۔
03. درود شریف باادب ہو کر پورے سکون کے ساتھ نیچی آواز سے بغیر اعضاء کو حرکت دیے پڑھنا چاہیئے۔
04. نماز میں بجز تشہد آخر کے دوسرے ارکان میں درود پڑھنا مکروہ ہے۔ (درمختار)
05. صرف ؐ صلعم لکھنا درود شریف کا بدل نہیں۔ اس سے اجتناب برتنا چاہیئے۔
06. خطبہ میں جب حضور ﷺ کا اسم گرامی آئے تو دل میں بلا جنبش زبان کے "ﷺ" کہہ لے۔ (درمختار)
07. بے وضو درود شریف پڑھنا جائز ہے اور باوضو نورٌ علیٰ نور ہے۔

حصہ دوم

☆ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

اہل ایمان کا اللہ کی رحمتوں کے سائے میں............

☆ ’ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ‘ کا حاصل

☆ ’یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ‘ کے تقاضے

(1) حضرت محمد ﷺ کی بعثت

(2) ’آیاتِ بینات‘___ قرآن مجید کا نازل ہونا

(3) انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اُمت کے لئے ’نمونہ‘(IDEAL) ہوتے تھے

(4) نبی اور رسول علیہم السلام مطاع بن کر آئے

(5) ہر انسان کو قلب سلیم یا ضمیر عطا فرمایا ہے

☆ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ظلمت و نور کی اصطلاحات

ا ب ج د ہ و ز ح ط

☆ انسان کا حیوان کی سطح پر گر جانا ہی ’نور‘ سے محروم ہوتا ہے

☆ وحی ایک ’نور‘ ہے

☆ تورات اور انجیل میں بھی ’نور‘ تھا

☆ سورۂ اعراف آیت 157..................

☆ اب قرآن مجید ہی قیامت تک کے لئے ’نور‘ ہے

☆ بنی اسرائیل (یہود) کے ایمان نہ لانے کا نتیجہ

☆ ’نورِ وحی‘ اور ’نورِ رسالت‘

☆ فِیْہِ ذِکْرُکُمْ ___ ہمارا اعزاز

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

اہل ایمان کا اللہ کی رحمتوں کے سائے میں ایمان کے بعد صالحیت سے صدیقیت تک کا سفر

ظلمات سے نور کی طرف پیش قدمی کی مثال ایسے ہی ہے جیسے تعلیمی زندگی میں کسی امتحان کا نتیجہ دیکھا جائے تو انسانی نفسیات اور انسانی مزاجوں طبیعتوں کا حاصل یہ ہے کہ بالفرض بی اے کے امتحان میں نتیجہ 40% رہا گویا 60% حصہ لینے والے 33/100 بھی نہیں لے سکے۔ پھر پاس ہونے والے خوش نصیبوں میں 50% نمبر لینے والے بہت ہوں گے مگر 60% سے اُوپر نمبر لینے والے بمشکل 10% طلبہ ہوں گے۔ پھر ہر وہ شخص جو اس تعلیمی تجربہ سے گزرا ہے، جانتا ہے کہ جوں جوں درجات بلند ہوتے ہیں مشکلات بڑھتی جاتی ہیں پھر ہر آدمی اس کی صلاحیت بھی نہیں رکھتا۔ 70% نمبر لینے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ کئی امتحانوں میں کوئی طالب علم 80% نمبر سے زیادہ حاصل نہیں کر سکتا۔ کسی امتحان میں کثیر تعداد میں طلباء کا 70%-80% سے زیادہ نمبر لے لینا تقریباً ناممکن ہے۔ پھر 80% سے اُوپر نمبر لینے کے لئے ایک ایک نمبر کے لئے بہت محنت کرنا پڑتی ہے اور طالب علم یا مسافر کے لئے ہر طرح کی کاملیّت اور PERFECTION درکار ہوتی ہے جو انسانوں میں بالعموم بہت کم ہوتی ہے۔ لہٰذا، کہا جاسکتا ہے کہ اُوپر والی مثال میں بہت سے مسلمان شریک تھے 60% مسلمان تو اپنے اعمال (محنت) کی بنیاد پر پاس نہیں ہو سکے اب وہ شفاعت کے مرحلے کی طرف جائیں گے پھر کچھ مسافر صالحیت کے درجے تک پہنچ جائیں گے۔ اُن میں بہت کم شہادت کے مرتبے تک اور اقل قلیل یا بہت ہی قلیل تعداد 80% سے اُوپر یا صدیقیت کے بھی ابتدائی مراحل میں داخل ہو سکے گی۔ لیکن یہ سب مسلمان اعلیٰ درجے اور ادنیٰ درجے میں 'مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ' کا سفر طے کر رہے ہیں اور کاملیّت کی طرف یا اُسوۂ محمدی ﷺ کی پیروی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے عمل میں مصروف ہیں۔

ان آیات کے ضمن میں کئی ضمنی بحثیں بھی اہم ہیں مگر مضمون کو اصل موضوع کے قریب

رکھنے کے لئے ان کے تذکرے سے گریز کر رہے ہیں۔ بعد کی بحث میں ضمناً اس کا تذکرہ اور اشارے سامنے آ جائیں گے۔

'هُوَ الَّذِیُ یُصَلِّیُ عَلَیُکُمُ' کا حاصل

کسی کا کلمۂ اسلام پڑھ کر مسلمان ہونا اور پھر یقین کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے عمل صالح اختیار کر کے صالحیت سے صدیقیت کا سفر اختیار کرنا قرآن مجید کے نزدیک 'مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوُرِ' یعنی سیر اِلَی اللّٰہ کا مصداق ہے اور آیت (33-43) میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر اپنی رحمتوں کے ترشّح کا نتیجہ یہ بتایا کہ ان کی ذہنی تطہیر بھی ہوتی ہے اور فکری پاکیزگی اور طہارت کا عمل بھی شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آیت میں فرمایا گیا:

لِیُخُرِجَکُمُ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوُرِ وَکَانَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَحِیۡمًا O

''اللہ تعالیٰ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور اللہ اہل ایمان پر مہربان ہے''۔(53-43)

گویا اہل ایمان کے لئے اللہ کی رحمت کا یہ نتیجہ نکلنا اللہ تعالیٰ کی شان رحیمی ہی کا تقاضا ہے اور اسی کا مظہر ہے۔

'یُصَلِّیُ عَلَیُکُمُ' کے تقاضے

1 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

سورۂ حدید میں فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والوں سے فرمایا گیا ہے کہ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) سے وفاداری اور اتباع کا رشتہ استوار کرلو، اُن کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کی آیات اس لئے اُتار رہا ہے کہ تم 'مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوُرِ' کا سفر اختیار کر سکو۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیُ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبُدِهٖۤ اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ لِّیُخُرِجَکُمُ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوُرِ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِکُمُ لَرَءُوُفٌ رَّحِیُمٌ O (57-08)

''وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح (روشن) آیتیں نازل کرتا ہے تاکہ تم کو

اندھیروں میں سے نکال کر روشنی میں لائے اور بے شک اللہ تم پر نہایت شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے‘‘

گویا حضرت محمد ﷺ کی اطاعت اور اتباع کے تقاضے پورے کرو تو آپ ﷺ پر جو قرآن مجید اُتر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ اُتار ہی اسی لئے رہے ہیں کہ اہل ایمان اس سے استفادہ کریں اور ظلمات سے نور کی طرف لپکیں اور صالحیت سے صدیقیت کا سفر طے کر کے اللہ تعالیٰ سے اعلیٰ درجات پائیں۔

گویا قرآن مجید اور اس کی آیات بینات تقرب الی اللہ کا یقینی ذریعہ ہیں اور ہر مسلمان اپنی ہمت کے بقدر اس راستے پر آگے بڑھ کر مقاماتِ بلند حاصل کر سکتا ہے کوئی یہ شکوہ نہیں کر سکتا کہ سارے بلند مقامات تو السابقون الاوّلون سمیٹ کر لے گئے ہم ’بعد والوں‘ کے لئے کچھ بچا ہی نہیں۔ یہ بات خلافِ حقیقت ہے ہر دور کے مسلمان کے لئے مقاماتِ بلند کے حصول کا راستہ کھلا ہے اور جو بھی ہمت کر کے اس راستہ پر آگے بڑھے گا وہ ضرور اپنی محنت اور خلوص و اخلاص کے متناسب صالحیت سے صدیقیت کے اس سفر میں درجات عالیہ حاصل کر سکے گا۔

2 ’آیاتِ بینات‘ ___ قرآن مجید کا نازل ہونا

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کا مظہر رہا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی رہنمائی کے لئے ’وحی‘ کا نزول ہوتا رہا۔ یہ وحی ابتداء میں زبانی تھی پھر جب انسان نے ترقی کی اور تجرباتی علوم آگے بڑھے تو انسان نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا پھر کاغذ ایجاد ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی پہلے صحیفے نازل فرمائے اور پھر کتابیں نازل فرمائیں کہ یہ طریقہ زبانی وحی کے مقابلے میں عرصے تک محفوظ رہنے کے لحاظ سے قابل اعتماد طریقہ تھا۔

جب تک ’وحی‘ زبانی تھی تب بھی انبیاء کرام علیہم السلام کا مقصد لوگوں کی ہدایت تھا اور اندھیروں سے روشنی کی طرف رہنمائی تھی اور جب صحیفے اور کتابیں نازل ہوئیں تب بھی یہی مقصد سامنے تھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیاتِ مقدس میں بھی اور بعد میں بھی وہ استفادے کے قابل رہیں۔ گویا انبیاء کرام علیہم السلام بھی اور ان کی تعلیمات (زبانی ہوں یا کتاب کی شکل میں) وہ لوگوں کو ’مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْر‘ کے سفر کے لئے ہی تھیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کا نشان، آیاتِ بینات یا مظہر تھیں۔ اُوپر تذکرے کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا (بعض

انبیاء کرام علیہم السلام کو رسول بھی بنایا گیا اور بعض کو کتابیں بھی عطا ہوئیں) مقصد ایک ہی تھا اور سب اللہ کی رحمت ہی تھیں۔

3 انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اُمت کے لئے 'نمونہ' (IDEAL) ہوتے تھے

ہر دور میں جو نبی علیہ السلام بھی مبعوث ہوا وہ اس دور میں جب تک وہ اپنی اُمت میں رہا اپنی اُمت کے اہل ایمان کے لئے 'نمونہ' 'اُسوہ' اور 'رول ماڈل' یا 'آئیڈیل' ہوتا تھا اور تمام اہل ایمان کو اپنے پیغمبر علیہ السلام ہی کی پیروی کرنا لازم تھی اور اس اتباع و اطاعت پر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں اور درجاتِ کا (دنیا اور آخرت میں) حصہ ملتا تھا۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ سورۃ احزاب میں ہی جہاں درود و سلام کا حکم ہے اسی سے پہلے مسلمانوں کے خلوص و اخلاص اور سیّدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا و امہاتنا) سے وفاداری کے اظہار پر تاکید مزید کے لیے اور کمزور اہل ایمان کے لئے برملا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اہل ایمان کے لئے 'اُسوۂ حسنہ' قرار دیا گیا ہے۔

4 نبی اور رسول علیہم السلام مطاع بن کر آئے

اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے ان میں سے بعض کو رسول بنایا تھا ایک حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے 1,24000 انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے جن میں 313 کو مقامِ رسالت پر فائز فرمایا (مجمع الزوائد، عن ابی اُمامہ الباہلی) اور پھر ان انبیاء کرام علیہم السلام کے درجات تھے اور (تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ) رسولوں میں سے بھی بعض کو بعض پر جزوی فضیلت بخشی گئی اور بالاتفاق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانیت میں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں اور تمام رسولوں علیہم السلام میں کلی طور پر افضل ترین درجے پر ہیں) وہ سب انبیاء و رسل علیہم السلام اپنی اُمت کے لئے نمونہ ہونے کے باعث اور ہدایت کا منبع و مرجع ہونے کے باعث 'مطاع' تھے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشادِ تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (04-64) ''اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے''

گویا اللہ تعالیٰ کی مسلمانوں پر رحمت کا یہ بھی مظہر ہے اور مسلمانوں کے حق میں بہت بڑی نعمت بھی ہے کہ ان کو زندگی گزارنے کے لئے ایک نمونہ اور ’رول ماڈل‘ بھی عطا فرمایا گیا وگرنہ ہم جیسے تمام انسان تلاشِ حق میں ساری زندگی ٹھوکریں ہی کھاتے رہتے۔ فللّٰہ الحمد و المنّة

5 ہر انسان کو قلب سلیم یا ضمیر عطا فرمایا ہے

اہل ایمان پر ’یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ‘ کا ایک مظہر یہ بھی ہے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے جو انبیاء کرام علیہم السلام سے بھیجے ـــــ ان کی تصدیق کے لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے زبان سے اقرار و شہادت اور ’دل‘ (یعنی باطن اور ضمیر انسانی) سے تصدیق (تصدیقٌ بالقلب) کی شرط لازم کردی۔ اس سے جھوٹے رہنماؤں اور دنیا دار لیڈروں سے اہل ایمان کی جان چھوٹ گئی اور ایک واضح فرق اور حد فاصل قائم ہوگئی۔ نیز حق و باطل میں ایک تمیز پیدا ہوگئی۔ اس کی بنیادی وجہ تو یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے اور بنیادی ہدایت اور ضروری رہنمائی کے ساتھ ’حق‘ کی پہچان کے نشان (معرفت الٰہی، توحید، نیکی بدی، جزا و سزا وغیرہ کے تصوّرات) انسان کے باطن یا ضمیر میں رکھ دیے تاکہ ہر انسان اپنے باطنی اشاروں پر حق کو پہچان سکے اور پھر نیکی اور حق پر چلنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے باطن میں ’سکون و اطمینان‘ کی کیفیت رکھ دی اور حق کو قبول نہ کرنے اور باطل یا غلط رہنماؤں اور دنیاوی دھوکے باز لیڈروں کی پہچان کے لئے بے اطمینانی یعنی دل کا کھٹکا اور ’برائی کو چھپانے کا احساس‘ رکھ دیا تاکہ انسان نادانی، جہالت یا دباؤ میں آ کر حق سے دور اور باطل کے نرغے میں پھنس رہا ہو تو اس کا باطن اس کی رہنمائی کرے ایسا انسان پریشان (GUILTY CONSCIENCE) ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں سورۂ نساء میں جو جنگ خندق سے پہلے نازل ہوئی یا اسی سال 5ھ میں۔ اس میں اس بات کا واضح تذکرہ کر کے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے اخلاص کی ایک پہچان یہ بتائی کہ وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہر جھگڑے (CLAIM) پر ثالث بنانے پر تیار ہو جاتے ہیں (یا ان کے فرامین/احادیث کے مطابق فیصلہ کرانے کو سعادت سمجھتے ہیں) اور پھر ان کے ہر فیصلے کو بہ دل و جان قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(i) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا

يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (04-65)

”تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ (ﷺ) کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ (ﷺ) کر دیں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مؤمن نہیں ہوں گے“

(ii) اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (13-28) ”سن رکھو کہ اللہ کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں“

(iii) فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (06-82)

”اب دونوں فریق میں سے کون سا فریق امن (اور جمعیت خاطر) کا مستحق ہے اگر سمجھ رکھتے ہو (تو بتاؤ)۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا ان کے لیے امن (اور جمعیت خاطر) ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں“۔

گویا حق کو پہچاننے میں آسانی پیدا کرنا، مخلص اہل ایمان اور منافقین میں فرق اور پہچان واضح فرمانا اور اس کا پیمانہ انسان کے باطن میں ہمہ وقت میسر کر دینا کہ بغیر کسی تاوان/زبردستی خرچ کے انسان ہر وقت اس کسوٹی پر اپنے آپ کو اور اپنے اعمال کو پرکھتا رہے یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہی کا مظہر ہے اور ہم اُمّتیوں کے لئے اپنے نبی ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کے دامن رحمت اور سایہ عاطفت میں رہنے کا باعث ہے تاکہ ہم اپنے رب کی مزید نعمتوں کے حقدار بن سکیں (آمین) اور عین یہی صلاحیتیں ہیں جو خالق ارض وسماء و خالق فطرت ربّ ذوالجلال والاکرام جل جلالہٗ نے فطرت انسانی میں ودیعت فرمائی ہیں تاکہ ہم ان خداداد صلاحیتوں کی روشنی میں آگے بڑھ کر ظلمت سے نور کی طرف بڑھ سکیں اور اعلیٰ درجات حاصل کر سکیں۔

سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ظلمت و نور کی اصطلاحات

قرآن مجید میں ظلمت اور نور کی اصطلاحات کثرت سے آئی ہیں چنانچہ نور کا لفظ قرآن مجید میں 43 مرتبہ آیا ہے اور ظلمات کا لفظ 23 مرتبہ۔ قرآن مجید کے بیان کا ایک مکمل نقشہ (SCENARIO) سامنے لانے کیلئے ہم ان اہم مقامات کا مختصر تعارف و ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

(ا) ظلمت اور نور کے الفاظ باہمی تقابلی اصطلاحات کے طور پر سورۃ الانعام میں وارد ہوئے اور ہمارے ایک بدیہی یقین کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور اس میں اضافہ کا سبب بھی بن رہے ہیں۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوۡرَ ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ (01-06)

''ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرا اور روشنی بنائی پھر بھی کافر (اور چیزوں کو) اللہ کے برابر ٹھیراتے ہیں''۔

گویا اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات پیدا فرمائی ہے اور اس میں انسان کو پیدا فرمایا جو اشرف المخلوقات ہے تو ساری کائنات میں ابتداء سے ہی ہم آہنگی رکھی ہے اور دنیا اور آخرت کی زندگی بنائی ہے اور یہ دنیاوی زندگی انسان کے لئے ایک آزمائش ہے اور یہاں 'ظلمت' اور 'نور' پیدا فرمائے ہیں۔ لیکن افسوس کہ انسانوں کی عظیم اکثریت (اور اہل مکہ بھی) اس آزمائش کو نہیں سمجھتے اور مانتے اور آخرت کو بھلا کر 'نور' اور ظلمت کو برابر سمجھتے ہیں یا ان سے غفلت اختیار کر کے اللہ تعالیٰ سے غافل ہیں اور دوسری ہستیوں کو اس اللہ کے برابر (شریک) سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ کی قدرت کے سامنے ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہی بحث سورۂ فاطر (35-20) میں بھی آئی ہے۔

(ب) اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے سورۂ رعد (13-16) میں فرمایا کہ جس معقول انسان سے پوچھیے وہ یہی گواہی دے گا کہ آسمان و زمین ایک ہستی (اللہ تعالیٰ) نے بنائے ہیں۔ 'مخلوق' اور 'خالق' کا صلاحیتوں اور قدرتوں کے اعتبار سے کوئی تقابل نہیں مخلوق خالق پر کوئی اختیار نہیں رکھتی۔ ایسا سوچنا بھی اندھا پن ہے اور فطرتِ انسانی کی بدیہات اور نیکی بدی کے باطنی احساسات کو کچل دینے والی بات ہے۔ کیا 'ظلمت' اور 'نور' برابر ہیں۔ کیا ان کے گھڑے ہوئے (جعلی) معبودان کا بھی اس وسیع کائنات کی تخلیق میں کوئی حصہ ہے کہ انہیں 'شبہ' ہو رہا ہے۔ درحقیقت پیدا کرنے والی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور وہی اللہ تعالیٰ اس کائنات کا تنہا خالق اور اپنی مخلوق پر مکمل گرفت رکھتا ہے۔

قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ قُلِ اللّٰهُ قُلۡ اَفَاتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِیَآءَ

لَا یَمۡلِکُوۡنَ لِاَنۡفُسِھِمۡ نَفۡعًا وَّ لَا ضَرًّا قُلۡ ھَلۡ یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَالۡبَصِیۡرُ اَمۡ ھَلۡ تَسۡتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوۡرُ اَمۡ جَعَلُوۡا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ خَلَقُوۡا کَخَلۡقِہٖ فَتَشَابَہَ الۡخَلۡقُ عَلَیۡھِمۡ قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّھُوَ الۡوَاحِدُ الۡقَھَّار (13-16)

''ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ (تمھیں ان کی طرف سے) کہہ دو کہ اللہ۔ پھر (اس سے) کہو کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کو کیوں کارساز بنایا ہے جو خود اپنے نفع ونقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ (یہ بھی) پوچھو: کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں؟ یا اندھیرا اور اُجالا برابر ہوسکتا ہے؟ بھلا ان لوگوں نے جن کو اللہ کا شریک مقرر کیا ہے کیا انھوں نے اللہ کی سی مخلوقات پیدا کی ہے جس کے سبب ان کو مخلوقات مشتبہ ہوگئی ہے کہ دو کہہ اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ یکتا (اور) زبردست ہے''۔

(ج) سورۂ ابراہیم (14-01) میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ پر قرآن مجید اسی لئے اُتارا ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں (گمراہیوں پر سے نکال کر) نور (ہدایت، صراطِ مستقیم، اتباعِ رسول، کامل اطاعت، رسول کی وفاداری وغیرہ) جو کہ زبردست اور ستودہ صفات اللہ کی ہستی کا بتایا ہوا راستہ ہے۔

الٓرٰ کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ اِلَیۡکَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ بِاِذۡنِ رَبِّھِمۡ اِلٰی صِرَاطِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡد (14-01)

''الرٰ (یہ) ایک (پرنور) کتاب (ہے) اس کو ہم نے تم پر اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کے طرف لے جاؤ (یعنی) ان کے پروردگار کے حکم سے غالب اور قابل تعریف (اللہ) کے رستے کی طرف''۔

(د) اب ـــــ مکہ کے معاشرہ میں (یا ہر دور میں انبیاء کرام علیہم السلام اپنے معاشروں میں اسی طرح کی مثال تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔ پہلے آپ نے اس کا اظہار نہیں کیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مشن کے لئے کھڑا کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک روشنی اور 'نور' عطا فرمایا۔ دوسری طرف کافر ہیں وہ عیش وعشرت کی زندگی اور شرک کے اندھیروں میں پڑے ہیں جس

سے بظاہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ کفار (مکّہ) برابر ہیں۔ اندھیروں میں پڑے بے خبر کافروں کیلئے ہم نے اسی طرح برے اعمال ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا دیے ہیں۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (06-122)

''بھلا جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لیے روشنی کر دی جس کے ذریعے سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کہیں اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیرے میں پڑا ہوا ہو اور اس سے نکل ہی نہ سکے۔ اسی طرح کافر جو عمل کر رہے ہیں وہ انہیں اچھے معلوم ہوتے ہیں''۔

یہی مضمون سورۂ بقرہ (02-17) میں بھی آیا ہے۔

(۶) فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص ہی کا مظہر ہے کہ اہل ایمان کو 'ظلمت' اور 'نور' کا احساس ہے اور وہ اس پر متنبہ (CONSCIEOUS) ہیں اور 'نور' کی طرف بڑھنے لپکنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہی انسانوں کا 'ولی' ہے اور اندھیروں سے اُجالوں تک کے اس سفر میں انگلی پکڑ کر چلا رہا ہے اور جلد ہی منزلیں طے کرا رہا ہے۔ یہ بھی اللہ کے 'ولی' ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے ولایت کا رشتہ باہمی (دوطرفہ) تعلق کا نام ہے۔ ارشاد ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (02-257)

''جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کا دوست اللہ ہے کہ وہ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے''

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شرک کر رہے ہیں اُن کی نکیل (یا باگیں یا STEARING) شیطان (اور طاغوت) کے ہاتھ میں ہے اور وہ انہیں مخالف سمت 'نور' سے اندھیروں کی طرف گھسیٹ رہے ہیں وہ دن بدن حق سے دور ہو رہے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (02-257)

”اور جو کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں کہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں یہی لوگ اہل دوزخ ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے“

(و) اللہ تعالیٰ ایسی کامل ہستی ہے کہ اس نے بہت پہلے جس کائنات کی تخلیق کا آغاز فرمایا اور آج جہاں کائنات کھڑی ہے اس میں یکسانیت اور 'خالق' کی سوچ اور نقشہ کار (PLAN) کی یکسانیت اور ایک تسلسل ہے۔ نسل انسانی کے ابتدائی دور میں سادہ زندگی کی وجہ سے ان اصطلاحات اور باریکیوں کا چاہے تذکرہ زبانوں پر نہ ہو مگر یہ ساری حقیقتیں جو آپ ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کے دورِ مبارک میں مذکور ہوئیں یا آج گفتگو میں آرہی ہیں وہ اس کائنات کے خالق کے PLAN میں پہلے ہی تھیں اور ان کا ایک حل اور جواب بھی ازل سے اس میں IN BUILT موجود ہے۔ چنانچہ جو حقیقتیں اور گفتگو حضرت محمد ﷺ اور آپ کی منفرد اور آخری اُمت (اُمت مسلمہ) کے بارے میں سورۂ احزاب کی درود و سلام والی آیت اور 43-44 آیات میں آئی ہیں ویسا ہی تذکرہ اور ظلمت و نور کا تذکرہ سورۂ ابراہیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی آیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (14-05)

”اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے جائیں اور ان کو اللہ کے بڑے دن یاد دلاؤ۔ اور اس میں ان لوگوں کے لیے جو صابر شکر گزار ہیں (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں“

یہی مضمون آپ ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کے بارے میں 57-09 میں آیا ہے۔

(ز) 'ظُلُمَات' کا لفظ ظُلْمَةٌ کی جمع سالم مونث ہے اور قرآن مجید میں یہ جمع ہی استعمال ہوا ہے، واحد کا صیغہ ظلمة استعمال نہیں ہوا جبکہ 'نور' کا لفظ ہمیشہ واحد آیا ہے اس کی جمع استعمال نہیں ہوئی۔ اس کی ممکنہ کئی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ 'ظلمت' یعنی گمراہی اور ضلالت کی شکلیں بے شمار ہوسکتی ہیں اس کے SHADES اور نعرے (SLOGANS) بے شمار ہوسکتے ہیں اور واقعتاً دنیا میں ایسا ہی ہے۔ لہٰذا گمراہی کی کثرت اور اس کے ذرائع اور اسباب کی کثرت کی وجہ سے یہ لفظ جمع کے صیغے میں آیا ہے۔ جبکہ 'نور' کا لفظ قرآن مجید میں کئی صورتوں اور

نسبتوں (مضاف الیہ) کی حیثیت سے آیا ہے مگر اس کثرت میں بھی وحدت ہے اور وہ یہ کہ اس نور کو نورِ قرآن کہیں، نورِ ہدایت کہیں، نورِ وحی کہیں یا، نورِ خدا، نورِ توحید، نورِ مصطفیٰ ﷺ بات ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو 'ظلمات' سے 'نور' کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا ان کے لئے ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی وہ وحی زبانی بھی تھی۔ قرآن کی شکل میں بھی تھی اور غیر متلو اور وحی متلو بھی۔

'نور' کا لفظ کہیں بھیجنے والے کی طرف منسوب ہے کہ یہ ہدایت اللہ نے بھیجی ہے، انسان کے باطن میں 'روح' ہے جو 'جسد' کی طرح مکمل وجود رکھتی ہے اور یہ 'روح' نوری الاصل ہے جبکہ جسد انسانی خاکی الاصل ہے۔ انسان کا معرفت ربانی حاصل کرنا، ہدایت کو پہچاننا، نیکی اختیار کرنا، حتیٰ کہ لباس کی تمیز، نیکی بدی کی تمیز، رشتوں کی تمیز وغیرہ، یہ سب اسی 'روح' کی وجہ سے ہے۔

(ح) روح ___ خودی ___ اور نورِ خودی

'روح' کا تذکرہ قرآن پاک میں دو مرتبہ بڑی وضاحت کے ساتھ آیا ہے سورۂ حجر اور سورۂ صٓ میں اور اللہ تعالیٰ نے 'روح' کو انسان کے جسد میں ڈالے جانے کے موقع پر اُسے اپنی طرح نسبت دی ہے اور 'رُوحِیْ' فرمایا ہے۔ جبکہ سورۂ بنی اسرائیل میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (17-85)

''اور آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دو کہ وہ میرے پروردگار کی ایک شان ہے اور تم لوگوں کو (بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے''۔

قرآن پاک میں یہ بھی ذکر ہے کہ جسد انسانی الگ تیار ہوا اور اس کے مکمل ہونے پر اس میں روح پھونکی گئی۔ اس 'نفخ روح' کے فوراً بعد فرشتوں (اور جنوں) کو حضرت آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کرنے کا حکم ہوا اور یوں انسان مسجودِ ملائک کے مقام پر آ گیا۔ یہ درجہ انسان کو جسمانی اعتبار سے نہیں بلکہ روح کی وجہ سے ملا۔ بقول شاعر

فرشتہ مجھ کو کہنے سے میری توہین ہوتی ہے
میں مسجودِ ملائک ہوں مجھے انسان رہنے دو

(ط) اس روح ـــــ جسے عام طور پر انسان کے جسد میں 'روحِ ربانی' کہا جاتا ہے اور اسی سے روح کو پہچانا جاتا ہے اس کی جسد انسانی میں کیفیت کو ایک مثال سے قرآن مجید سے سمجھایا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ

اللہ ہی نور ہے آسمان کا اور زمین (کا بھی)

مَثَلُ نُوۡرِهٖ كَمِشۡكٰوةٍ فِيۡهَا مِصۡبَاحٌ

اس کے نور کی مثال (جسد انسانی میں) ایسے ہی جیسے ایک چراغ (دیّا)

اَلۡمِصۡبَاحُ فِىۡ زُجَاجَةٍ

چراغ (دیا) ایک شیشے (کے گلوب یا چمنی) میں رکھا ہے

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوۡكَبٌ دُرِّىٌّ

شیشہ ہے (چراغ کے اندر خالص تیل کی وجہ سے) جیسے چمکتا ہوا ستارہ

يُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيۡتُوۡنَةٍ

(یہ چراغ) جلایا جاتا ہے ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے

لَّا شَرۡقِيَّةٍ وَّلَا غَرۡبِيَّةٍ

(وہ زیتون کا درخت) جو نہ شرقی ہے نہ غربی

يَّـكَادُ زَيۡتُهَا يُضِىۡٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡهُ نَارٌ

(زیتون کا وہ تیل اتنا خالص ہے کہ) اس کا تیل جل اُٹھنے کو لپکتا ہے حالانکہ اُسے آگ نے چھوا بھی نہیں

(اس تیل کی آگ کو بڑھ کر پکڑنے کی صلاحیت سے چراغ کا شیشہ چمک رہا ہے اس لئے کہ اس تیل میں ایک قدرتی چمک بھی ہے اگر واقعی آگ دکھا کر اس چراغ کو جلا دیا جائے تو روشنی، چمک اور چراغ کے شیشہ کا کیا حال ہوگا۔)

نُوۡرٌ عَلٰى نُوۡرٍ

(تیل کی) ذاتی (جلنے کی) صلاحیت کی روشنی پر آگ (جل اُٹھنے) کی روشنی اور چمک

يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

اللہ راہ دکھاتا ہے اپنے نور(ہدایت) کی طرف جسے(اللہ) چاہتا ہے یا اس (بندے کو) جوخود چاہتاہےاوراس کا متلاشی ہے

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ

اوراللہ تعالیٰ (کوتو مثال کی ضرورت نہیں) لوگوں کے(سمجھانے کے) لئے مثالیں بیان فرماتا ہے(تاکہ لوگ عمیق اور دقیق حقائق کو بھی فہم کی گرفت میں لاسکیں)

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ

اور اللہ تعالیٰ (تو) ہر چیز (کی حقیقت و ماہیت اور اثرات و خواص سمیت تمام انسانوں کی داخلی اوراندرونی قلبی کیفیات) کا(خوب) جاننے والا ہے۔

یہاں ’نور‘ کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی آیا ہے جس کا عام طور پر ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ کائنات میں حرکت، زندگی اور نموکا باعث اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اس ذاتِ اقدس کی ایک تجلی جسدانسانی میں بھی ہے جس کی وجہ سے فطرتِ انسانی کا روغن ــــــ حق (آگ) کا متلاشی رہتا ہے (اور آج کے دور میں پٹرول کی طرح خود آگے لپک کر آگ پکڑنے کی صلاحیت ہے) اور جب حق مل جائے تو اس کوقبول کرنے میں ذرا دیرنہیں لگاتا۔فطرتِ انسانی یاضمیر یا’روحِ ربانی‘ ایک ’نور‘ ہے جس کے اندرحق کوقبول کرنے کی صلاحیت ہے نیکی بدی کی تمیز ہے، سزا و جزا کا احساس ہے،معرفت ربانی ہے،توحید پراس کاخمیر اُٹھاہے،اس روح کا ایک غیرمحسوس مگرحقیقی تعلق ’اللہ تعالیٰ‘ کی ذاتِ اقدس سے ہے۔اسی لئے یہ ’روح‘ اپنے ربّ سے ملنے کے لئے بےقرار رہتی ہےاور جسد سے الگ ہوتے ہی (عندالموت) اپنے رب کی طرف (ملاءِاعلیٰ) رجوع کرتی ہے۔ جبکہ جسد خاکی ــــــ خاکی الاصل ہے خاک سے اُٹھا ہے خاک پرنظر رکھتا ہے اور زمین میں (موت کے بعد) دفنا دیا جاتا ہے۔

روح کا نورانی پن ــــــ ہدایت،وحی،انبیاءورُسل کی تعلیمات سے ’ہم وطن‘ ہونے کی بنا پراُنس اور باہم شناسائی رکھتے ہیں لہٰذا یہاں اس کوبھی ’لِنُوْرِهٖ‘ میں ’نور‘ سے ہی تعبیرکیا گیاہے۔

’روحِ ربانی‘ کی جسد میں موجودگی کی وجہ سے جسدانسانی میں شرم وحیا کا احساس،

لباس کا احساس، حلال وحرام کا احساس، باہمی رشتوں کا احساس (وغیرہ) پایا جاتا ہے اور یہی شرفِ انسانی ہے اور انسان کو 'حیوانوں' سے ممیّز کرنے والی چیزیں ہیں اور اگر بعض وجوہات کی وجہ سے یہ احساسات کم ہو جائیں تو انسان اپنے اطوار اور رہن سہن میں حیوانوں کی سی عادات اختیار کرنے لگتا ہے لباس سے بے اعتنائی، لباس کا مختصر ہونا، بے لباسی، رشتوں کی تمیز کا ختم ہو جانا وغیرہ اور بعض دیگر اسباب سے یا 'روح' کے تقاضوں سے مسلسل گریز اور بالارادہ انکار سے روح کا اثر جسد انسانی پر ختم ہونے لگتا ہے اور اعلیٰ اقدار اس انسان کی زندگی سے ختم ہو جاتی ہیں اور اب ایسا انسان ایک خالص حیوان یا محض حیوان رہ جاتا ہے اور شرفِ انسانی سے محروم ہو جاتا ہے۔قرآن مجید میں ہے ایسے لوگ کھاتے پیتے اور زندگی گزارتے ہیں (کافر جو وحی دشمن، اخلاق دشمن، اللہ سے بیزار اور انبیاء دشمن ہیں) جیسے جانور

وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یَتَمَتَّعُوۡنَ وَ یَاۡکُلُوۡنَ کَمَا تَاۡکُلُ الۡاَنۡعَامُ (47-12)

''اور جو کافر ہیں وہ فائدے اُٹھاتے ہیں اور (اس طرح) کھاتے ہیں جیسے حیوان کھاتے ہیں''

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

جن قوموں نے پیغمبروں کی مخالفت کی اور بالآخر تباہ ہو گئیں اس کے لوگ جانوروں کی مانند تھے اور جانوروں جیسی زندگی گزارتے تھے۔

اَمۡ تَحۡسَبُ اَنَّ اَکۡثَرَهُمۡ یَسۡمَعُوۡنَ اَوۡ یَعۡقِلُوۡنَ اِنۡ هُمۡ اِلَّا کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِیۡلًا (25-44)

''یا آپ (ﷺ) یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ (نہیں) یہ تو چوپایوں کی طرح کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں''۔

روح کی گرفت جسد انسانی پر ختم ہونے سے جو فرق واضح ہوتا ہے اور انسانی رویّوں میں جو فرق آ جاتا ہے اس کے اظہار کے لئے ہماری زبان میں بہت سے الفاظ مستعمل ہیں وہ بہت قابل غور ہیں۔

☆ انسان کسی سے معاملہ کرتے ہوئے بدتمیزی کرے تو فوراً کہا جاتا ہے انسان بنو

☆ انسان میں 'شرم' وحیا کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔'بے شرم' اور 'بے حیا' کے الفاظ ہمارے معاشرے میں ہی استعمال ہوتے ہیں۔

☆ پھر 'بے ضمیر' کی اصطلاح بھی زیر استعمال ہے فلاں شخص بڑا 'بے ضمیر' ہے۔

☆ 'مردہ ضمیر' کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں یا فلاں شخص کا ضمیر تو مر گیا ہے۔

☆ انسان کی زبان پر گالیاں اور گندی زبان اس باطنی 'خلا' اور ضمیر کے مردہ ہوجانے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

☆ بعض انسانی رویوّں اور عادتوں پر کسی کو 'کتا' کہا جاتا ہے کسی کو 'گدھا' کہا جاتا ہے کسی کو 'بندر' بولا جاتا ہے......وغیرہ......وغیرہ......

انسان کا حیوان کی سطح پر گر جانا ہی 'نور' سے محروم ہوتا ہے

کسی انسان کا انسانیت سے گر جانا یقیناً بڑی بدنصیبی کی بات ہے اور ایسا انسان 'روح' سے محروم ہوگیا (عرفِ عام میں روح کو جان کے معنی میں سمجھتے ہیں) روح کی علیحدگی میں جان تو جسم میں موجود رہتی ہے اور انسان حیوانوں کی طرح زندہ رہتا ہے 'روحِ انسانی' ختم ہوجاتی ہے۔

ایسے انسان کے بارے میں سورۃ الاعراف میں ہے کہ انسان کے جسد میں کان، آنکھ، دل تو موجود رہتے ہیں۔صرف ان اعضاء کی صلاحیتوں سے کام لینے والی 'روح' علیحدہ ہوگئی تو اب ایسے انسان کے لئے ان اعضاء کی صلاحیتوں کا مصرف صرف حیوانوں کا سا رہ گیا ہے گدھا بھی دیکھتا ہے، کتا بھی سنتا ہے مگر حیوانوں کے دیکھنے اور سننے میں اور انسان کے دیکھنے اور سننے میں مشرق ومغرب کا فرق ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ......(07-179)

''ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں، یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوتے......۔''

ایسے لوگ اب اپنے رویوں کی وجہ سے انسانیت سے گر کر حیوانیت کی سطح پر آ گئے ہیں۔ لہٰذا ان کا رہن سہن، خدا بیزار، وحی دشمن، رسول دشمن، اخلاق دشمن، انسان دشمن (ظلم، لوٹ گھسوٹ، کم تولنا، ملاوٹ، بددیانتی وغیرہ) اور ماحول دشمن ہونے کی وجہ سے یہ لوگ اپنے مالک اور خالق کے ہاں کسی اچھے رویے کے مستحق نہیں ہوتے۔ چنانچہ اس آیت کے شروع میں ہی ہے کہ ایسے لگتا ہے کہ اس قسم کے لوگ اب خالص حیوان بن گئے گویا پیدا ہی اس طرح حیوان کیے گئے تھے اور اب یہ مرنے کے بعد سزا کے طور پر جہنم میں جائیں گے۔ گدھا اگر گدھا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اُسے جیسے پیدا کیا تھا وہ اپنے مقام پر کھڑا ہے، مگر ایک انسان اپنے طرزِ عمل اور رویوں سے حیوانیت تک گر جائے تو اس شخص نے بڑی کوتاہی کی ہے لہٰذا یہ سزا کا مستحق ہے اور جہنم میں جائے گا۔

وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ (07-179)

''اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کیے ہیں''

ایسے لوگ نورِ باطن، نورِ فطرت، قلب سلیم یا ضمیر سے محرومی کا شکار ہوئے اس لئے کہ اُنہوں نے 'روح' کے تقاضے پورے کرنے سے مسلسل گریز کیا۔ لہٰذا 'نور' سے محروم ہو گئے اور 'روح' کے نور سے محرومی کی وجہ سے نورِ ہدایت اور 'نورِ قرآن' اور 'نورِ وحی' سے بھی محروم ہو گئے اب ایسے لوگوں کی شخصیات میں اندرونی طور پر بھی 'اندھیرے' ہیں اور بیرونی طور پر بھی۔ عملی زندگی میں بھی 'اندھیرے' ہیں اور ان کے رویے انسان دشمن اور ابلیس دوست ہیں لہٰذا ایسے لوگ 'ظلمات' (اندھیروں) میں ہیں اور تہ بہ تہ ظلمات۔

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (24-40)

''یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے گہرے سمندر میں اندھیرے جس پر لہر چڑھی چلی آتی ہو (اور) اس کے اوپر اور لہر (آ رہی ہو اور) اس کے اوپر بادل چھایا ہو۔ غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں، ایک پر ایک (تہ بہ تہ) جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ دیکھ سکے اور جس کو اللہ روشنی نہ دے اس کو (کہیں بھی) روشنی نہیں (مل سکتی)''

اور فرمایا ظلمت اور نور برابر نہیں ہیں۔

وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَ لَاالظُّلُمٰتُ وَ لَاالنُّوْر (35-20)

''اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں اور نہ اندھیرا اور روشنی''

جو شخص روح یا نورِ فطرت اور نورِ باطن سے آراستہ جسد رکھتا ہے تو اس کے عملی رویے انسان دوست، ماحول دوست، علم دوست، اخلاق دوست ہوں گے۔ ارشادِ باریٰ تعالیٰ ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْن (39-22)

''بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی پر ہو (تو کیا وہ سخت دل کافر کی طرح ہو سکتا ہے) پس ان پر افسوس ہے جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں اور یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں''

وحی ایک 'نور' ہے

اللہ تعالیٰ انسان کو 'ظلمت' سے 'نور' کی طرف لے کر جاتا ہے یہ 'نور' نورِ ہدایت بھی ہے۔ لہٰذا، وحی اسی 'نور' کی ایک شکل ہے۔ اسی بنا پر قرآن مجید ایک 'نور' ہے اور آسمانی ہدایت یقیناً 'نورِ ربانی' ہی کی ایک صورت ہے۔ یہ 'وحی' کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور کئی ہزار سال جاری رہا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں پر پھیل گیا اور بالآخر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) پر آ کر وحی کا یہ سلسلہ اختتام پذیر ہوا۔ صرف اختتام پذیر نہیں ہوا بلکہ مکمل ہوا اور درجہ کمال کو پہنچ کر مکمل ہوا۔

تورات اور انجیل میں بھی 'نور' تھا

اسی بنا پر وہ تورات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور تک اس کے بیشتر حصے دنیا میں پڑھے جاتے تھے جس کی قرآن تصدیق کرتا ہے اس تورات میں بھی 'نور' تھا اور ہدایت تھی (یاد رہے کہ آج جو 'تورات' بائبل کے عہد نامہ قدیم میں ملتی ہے یہ تورات 'عہدِ رسالت' میں نہیں تھی۔ تورات کے ماننے والے ہر دس بیس سال بعد اس کے REVISED

EDITIONS شائع کرتے رہتے ہیں تا آنکہ گزشتہ صدی سے اس کی یہ موجودہ شکل بنی ہے۔ اس میں انبیاء کرام علیہم السلام کا جو کردار اور زندگی کا نقشہ موجود ہے اس کی قرآن مجید کیسے تائید اور توثیق کر سکتا ہے۔ پھر اہل کتاب میں سے یہود اور نصاریٰ دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ توراۃ کا اصلی نسخہ گم ہو گیا تھا۔ موجود 'تورات' تو بعد میں یادداشتوں سے لکھی گئی ہے اور اس کے سارے مصنّفین بھی مجہول النّسب ہیں اور ان کی تحریر بھی کوئی متفقہ نہیں ہے بلکہ شدید اختلاف ہے۔ لہٰذا اس گفتگو میں جس تورات کو 'ہدایت' اور 'نور' کی حامل کہا گیا وہ موجود تورات ہر گز نہیں ہے۔)

ارشادِ باریٰ تعالیٰ ہے:

وَ قَفَّيۡنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمۡ بِعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ وَاٰتَيۡنٰهُ الۡاِنۡجِيۡلَ فِيۡهِ هُدًى وَّنُوۡرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ وَ هُدًى وَّ مَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ (05-46)

''اور ان پیغمبروں کے بعد انہیں کے قدموں پر ہم نے عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتے تھے اور ان کو انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تورات کی جو اس سے پہلے (کتاب) ہے تصدیق کرتی ہے اور پرہیز گاروں کو راہ بتاتی اور نصیحت کرتی ہے''۔

تورات و زبور اور انجیل وغیرہ کے اصل نسخے کہاں ہیں کب گم ہوئے ان کو کہاں تک تلاش کیا گیا؟ یہ وہ سوالات ہیں کہ جن کے جوابات بنی اسرائیل کے ذمے ہیں بلکہ منطقی طور پر تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان کے ہاں تاریخ میں اس موضوع پر بے شمار تحقیق، کتابیں، گفتگو اور مواد گزشتہ دو تین ہزار سال سے موجود ہونا چاہیئے تھا اور یہ ان کے ہاں مکمل SUBJECT اور موضوع بحث ہونا چاہیئے کہ یہ عظیم واقعہ ـــــ کہ تورات گم گئی، زبور غائب ہو گئی اور انجیل کہیں ہاتھ سے نکل گئی ـــــ کیوں ہوا؟ ـــــ مگر اہل علم جانتے ہیں کہ اس کے برعکس فرضی اور بقول قرآن مجید فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا (02-79) صحیفے اور کتابیں تصنیف کر کے عوام میں پھیلا دی گئیں اور انہیں کو 'کلام اللہ' اور منزل من اللہ' ماننے اور منوانے کا دعویٰ کیا جاتا ہے درانحالیکہ ان میں داخلی

تضادات، تاریخی طور پر غلط بیانات ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کا کردار اس انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ کوئی شخص بقائمی ہوش وحواس ان کو منزل من اللہ نہیں مان سکتا ـــــ اور یہ بات بنی اسرائیل یا یہود کے عمومی مجموعی مزاج کے مطابق ہے کہ یہ تورات، زبور اور انجیل کے اصلی نسخے اُنھوں نے خود کہیں چھپا رکھے ہوں اور ان کی تعلیمات پر عمل سے بچنے (جس کے لئے وہ قتل انبیاء علیہم السلام کرتے رہے) کے لئے مصنوعی کتابیں (جن میں خال خال بعض جزوی صداقتیں ہوسکتی ہیں) عام کر رکھی ہیں تا کہ یہودی اور عیسائی ہونے کے باوجود ان سے کوئی وحی الٰہی کے مطابق عمل کا تقاضا نہ کیا جا سکے۔

سورۂ اعراف آیت 157 میں یہود کے تذکرے کے بعد

حضرت محمد ﷺ کی نشانیاں اور ان کے لئے بے پایاں خصوصی رحمت الٰہی کا ذکر

اور قرآن (نور) پر ایمان کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ نے تورات، زبور اور انجیل کے غائب ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل کی ہدایت اور 'نور' سے محرومی اور بدنصیبی کا تذکرہ قرآن پاک میں کیا ہے۔ سورۂ اعراف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری ایک رحمت عام ہے اور کافر و مسلمان سب اُس سے بہرور ہوتے ہیں مگر میری خصوصی 'رحمت' ان کے لئے ہوگی جو ـــــ

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (157:07)

وہ جو (محمد رسول اللہ ﷺ) کی جو نبیٔ اُمی ہیں، پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اور ان پر سے بوجھ اور طوق

جوان (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اُتارتے ہیں۔تو جولوگ ان پر ایمان لائے اوران کی رفاقت کی اورانہیں مدد دی اور جو'نور' ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی، وہی مراد پانے والے ہیں۔

یہاں رسول اللہ حضرت محمد ﷺ کی چھ نشانیاں بتا کر پھر انسانوں سے تقاضا کیا گیا ہے کہ جو شخص ــــــ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا حقدار بننا چاہے وہ

آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تعظیم کرے اور عزت کرے اور آپ ﷺ کے مشن اور اسلام کے پھیلانے اور اس کو غالب کرنے کی جدوجہد کرے (جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غزوۂ خندق کے موقع پر آپ ﷺ کا ساتھ دیا) اس نصرت کے لئے وفاداری، جانثاری اور اِتباع کے ساتھ اس 'نور' قرآن مجید کا اتباع کرے۔یعنی آپ ﷺ پر ایمان، تعظیم اور نصرت ایمان لانے والوں کو 'مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْر' کا سفر طے کرا دے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کی اس خصوصی 'رحمت' کے مستحق قرار پائیں گے اور وہی لوگ دنیا اور آخرت میں بھی کامیاب ہوں گے۔

اس طرح کا خطاب سورۂ بنی اسرائیل کے پہلے رکوع میں ہے اور یہود کی تاریخ کے دوعروج اور دوزوال کے ادوار کا تذکرہ کرکے ان کی شرارتوں اور حکم عدولیوں پر سزا اور عذاب کے تذکرے کے بعد فرمایا ــــــ اب بھی موقع ہے آگے بڑھو ــــ حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ کی شانِ رحیمی سے بعید نہیں کہ وہ تم پر دوبارہ اپنی رحمتیں نازل کردے اور تمہیں اپنے دامن رحمت میں لے لے۔گو کہ ایسا ہونے کا ہی اسرائیل کے عمومی باغیانہ مزاج اور بالخصوص عرب میں آباد ان صہیونیت کے نمائندوں سے امکان نہیں تھا لہٰذا فرمایا:وان عدتم عدنا ــــــ اگر تم حضرت محمد ﷺ سے ویسا ہی ستانے اور تکذیب کا رویہ جاری رکھو گے تو ہم بھی پہلے کی طرح تم پر عذاب اور سزائیں ہی بھیجیں گے۔

اس کے ساتھ ہی اگلی آیت (07-58) میں اس حقیقت کی طرف رہنمائی فرما دی کہ حضرت محمد ﷺ صرف عربوں کے نہیں ہیں بلکہ پوری نوعِ انسانیت کے لئے ہیں اور آپ گویا آفاقی نبی ہیں اور آپ کی تعلیمات بھی آفاقی ہیں اور یہ آپ ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) اور آپ کی اُمت کے لئے بھی بڑا اعزاز ہے۔

اب قرآن مجید ہی قیامت تک کے لئے 'نور' ہے

گویا حضرت محمد ﷺ کی تشریف کے بعد اور بالخصوص جنگ خندق کے موقع پر اسلام پر سخت مخالفانہ حالات کے باوجود مسلمانوں کی تسلیم و رضا اور وفاداری کے مظاہر سامنے آئے جو اس موقع پر نازل ہونے والی سورۃ الاحزاب (33) میں مذکور ہیں۔ اسی سورت میں آپ ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کا ذکر ہے۔ (33-40)

—— گویا اب قیامت تک ظلمت سے نکل کر نور کی طرف آنے کا واحد ذریعہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہیں اور وہ قرآن مجید ہے جو آپ ﷺ پر نازل ہو کر اب عنقریب مکمل ہو جائے گا —— ختم نبوت کے نتیجے میں گویا یہ 'نور' قرآن مجید اب مکمل ہو کر 'امر' ہو گیا ہے اور رہتی دنیا تک انسانیت کی ہدایت —— اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نشان بن گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْآنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ (17-09)

''یہ قرآن وہ رستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے''

بنی اسرائیل (یہود) کے ایمان نہ لانے کا نتیجہ

قرآن مجید کی دعوت و پکار بلکہ للکار کے باوجود مدینہ میں صدیوں پہلے سے آکر آباد ہونے والے یہود کی اکثریت ایمان نہیں لائی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ حضرت محمد ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کو پہچانتے نہیں تھے بلکہ قرآن مجید کہتا ہے 'یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآئَھُمْ' (وہ یہود اس قرآن مجید اور اس کے لانے والے سیّد ولد آدم حضرت محمد ﷺ کو اپنے بیٹوں کی مانند پہچانتے ہیں کہ کوئی شک و شبہ نہیں) پھر بھی ان کا ایمان نہ لانا ان کے دل میں پہلے سے موجود کسی طے شدہ مقصد یا مشن کا اشارہ دیتا ہے۔ قرآن مجید نے ان کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ ہمارے دل 'غـــلفٌ' بند (SEALED) ہیں اس میں قرآن مجید کی دعوت یا حضرت محمد ﷺ کی بات داخل نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یوں نہ کہو کہ یہ 'غُـلف' ہیں بلکہ یوں کہو کہ تم حضرت محمد ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت سے محروم کر دیے گئے ہو اور تمہاری شرارتوں کی وجہ سے تمہارے ایمان لانے کی توفیق سلب کر لی گئی ہے۔

چنانچہ اس وجہ (اور اس کے علاوہ دیگر کئی عوامل کی وجہ سے) یہود آپ ﷺ کو پریشان کرنے اور قتل کے منصوبے بنانے کی پاداش میں جلاوطن ہوئے۔ وہاں خیبر سے شمال کی طرف نکال دیے مگر اُنہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ﷺ کی 'رحمت' کے زیرِ سایہ آنا پسند نہیں کیا۔ چنانچہ سورۂ حدید (57) کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کو جو فتح کے بعد ایمان لائے تھے (یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ترجمہ: لوگ غول کے غول اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں) اور ابھی پوری طرح ایمان کے تقاضوں سے بہرہ ور نہیں ہوئے تھے۔ فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوۡا بِرَسُوۡلِهٖ یُؤۡتِکُمۡ کِفۡلَیۡنِ مِنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ نُوۡرًا تَمۡشُوۡنَ بِهٖ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ لِّئَلَّا یَعۡلَمَ اَهۡلُ الۡکِتٰبِ اَلَّا یَقۡدِرُوۡنَ عَلٰی شَیۡءٍ مِّنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ وَ اَنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ۝ (57-28-29)

''اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دُگنا اجر عطا فرمائے گا اور تمہارے لئے 'نور' فراہم کردے گا جس میں چلو گے اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (یہ باتیں) اس لئے (بیان کی گئی ہیں) کہ اہل کتاب یہ نہ سمجھیں کہ مسلمان اللہ کے فضل پر کچھ بھی استحقاق نہیں رکھتے اور یہ کہ فضل اللہ ہی کے ہاتھ ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے''۔

اے ایمان والو (اقرار باللسان کرنے والو) آگے بڑھو اور تصدیق بالقلب کی دولت حاصل کر کے حضرت محمد ﷺ کے سچے اُمتیوں میں شامل ہو جاؤ ان پر رحمتیں بھیجو۔۔۔ ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرو۔۔۔ ان کے ساتھ وفاداری نبھاؤ اور سفر و حضر، گھر، کاروبار اور جہاد میں ان پر جاں نثاری کرو اور یوں بنی اسرائیل کی ناقدری کا مداوا کر کے حضرت محمد ﷺ کے دائیں بائیں جمع ہو جاؤ۔۔۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دوہری رحمتیں عطا فرمائے گا۔ اور دنیا و آخرت میں تمہارے لئے وہ نور مہیا کر دے گا۔ جس سے تم قیامت کے دن 'پل صراط' پر سے بآسانی گزر سکو گے۔

'نورِ وحی' اور 'نورِ رسالت'

دنیا میں آپ ﷺ پر ایمان لا کر آپ ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن مجید پر ایمان رکھنا اور یقین کرنا دنیا میں ایمان کہلاتا ہے اور آخرت میں 'نورھم بین ایدیھم' کا درجہ حاصل کرے گا اور آپ ﷺ (فداہ آباؤنا وامھاتنا) پر ایمان ویقین ـــــ آپ ﷺ کے اُسوہ کو سمجھ کر اس پر عمل کرنا آپ ﷺ کے فیصلوں کو سُن کر کھلے دل سے قبول کرنا (سمع وطاعت) اور وفاداری کا دم بھرنا، جہاد وقتال جیسے مراحل سے نہ گھبرانا آپ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمتیں طلب کرتے رہنا (درود شریف پڑھنا) آپ ﷺ کا لائف سٹائل اختیار کرنا قیامت کے دن دائیں ہاتھ سے 'نور' بن جائے گا جس نے ہاتھ سے تلوار پکڑی ہوگی تیر اور نیزے چلائے ہوں گے۔صدقات و خیرات کئے ہوں گے آپ کے نقش قدم پر زندگی گزاری ہوگی وہ دائیں ہاتھ کے نور اور 'سامنے کے نور' کی روشنی میں جنت تک پہنچ جائے گا اور جو بدنصیب ان 'دونوروں' سے تہی دامن ہوگا وہ محرومی کے داغ سجائے جہنم رسید ہو جائے گا۔اعاذ اللہ من ذالک۔رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا

فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ــــ ہمارا اعزاز

سورۂ حدید کے آخر میں یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا .... سے خطاب کر کے پھر ایمانِ حقیقی یا تصدیق بالقلب والے ایمان کی طرف بلانے میں ایک بلیغ اشارہ ہماری طرف بھی ہے یعنی آج کے مسلمانوں کی طرف اور اُمت مسلمہ کی خوابیدہ اور بے عمل اکثریت کی طرف۔

اس لئے کہ فتح مکہ کے بعد ـــــ ایمان لانے والوں میں صرف مدینہ کے لوگ ہی نہیں تھے ہمارا شمار بھی انہیں خوش نصیبوں میں ہے اور اس آیت میں ہمارا بھی ذکر ہے (ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے۔عن علی، فضل القرآن، ترمذی) اور یوں یہ آیت ہماری خوش نصیبی اور خوش بختی کی سند ہے کہ ہم ـــــ دوہری خصوصی رحمت کے مستحق بن کر اپنے عمل کی کوتاہیاں دور کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں نور کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

؎
وقت ذبح سر اپنا ان زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

حصہ سوم

☆ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا مظہر

☆ مسلمان ہونا اور طہارت کا تصور ساتھ ہیں

☆ قرآنِ مجید میں مسلمان کے لئے طہارت کے احکام

☆ طہارت اور انسان کی انفرادی و گھریلو زندگی

☆ آپ ﷺ کی ازواج ___ ازواج مطہرات

☆ نور ___ اور ___ پاکیزگی لازم و ملزوم ہیں

☆ کامل نورِ ہدایت اور اعلیٰ ترین کردار کی پاکیزگی کا حسین مرقع
___ حضرت محمد ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا)

☆ نورِ قرآن ___ کردار کی پاکیزگی اور عام مسلمان

☆ دُعائے نور

☆ فجر کی نماز کے لیے جاتے وقت کی دعا

☆ دُعائے نور کی قبولیت

☆ دُعائے نور ___ اور ___ سیّدنا محمد ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا)

☆ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْن

طہارت وتطہیر

اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا مظہر

قرآن میں آپ ﷺ کے مخلص اُمتیوں کے لئے ’مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلی النُّوُر‘ پیش قدمی کے لئے اُسوۂ رسولِ اکرم ﷺ پر عمل، آپ ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کے احکام وسنن (اطاعت و اتباع) ثابت قدمی اور وفاداری کے ساتھ ’طہارت وتطہیر‘ کا بھی ذکر ہے اور یہ طہارت بلاشبہ ظاہری اور جسمانی بھی ہے اور ذہنی وفکری طہارت بھی یا جسے ’باطنی طہارت‘ بھی کہا جاسکتا ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم قرآن پاک سے آیات اور اُن کے ترجمے کی طرف بڑھیں ـــــــ قارئین کرام اگر غور فرمائیں تو یہ بات بڑی عام فہم ہے اور بادنی تامل سمجھ میں آسکتی ہے کہ نیکی اور بھلائی یا ہدایت اور ’نور‘ کی طرف پیش قدمی کے لئے طہارت کتنی ضروری ہے۔ ایک گندا انسان اور ناپاک جسم کے ساتھ انسان کی سوچ بھی ناپاک اور شیطانی ہوجاتی ہے۔ قرآن پاک کی ہدایات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ آسمانی ہدایت کے باب میں اللہ تعالیٰ کا منشا یا اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں علیہم السلام اور اُتاری ہوئی کتابوں (وحی) کی رہنمائی کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے کا شوق پیدا ہو۔ اس بات پر ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے کہ جو قومیں آج بھی اور آج سے صدیوں پہلے بھی آسمانی وحی یا آسمانی ہدایت اور پیغمبروں کی تعلیمات سے ناآشنا تھیں اُن کا طرزِ زندگی کیا تھا اور آسمانی وحی کو قبول کرکے ’نور‘ کی ضیاء پاشیوں کے جلو میں پیغمبروں علیہم السلام کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے اور اُسوۂ حسنہ کو اپنانے اور ان کی سنتوں کو نورانی سمجھنے والوں کی زندگی میں کیا فرق ہوتا ہے۔ آیئے چند مثالوں اور چند واقعات کی روشنی میں اس حقیقت سے پردہ اُٹھاتے ہیں۔

☆ آج سے صرف 70 سال پہلے (برطانوی ہند کی تقسیم سے قیام پاکستان اور آزادی سے پہلے) یہاں گو صدیوں ہندو مسلم اکٹھے رہے۔ مگر ان کی سوچ اور طرزِ عمل میں مشرق ومغرب کا بعد تھا۔ ہندو عوام بھی اسی طرح کرتے ہیں ان کی مثال نہیں 1980ء کے قریب بھارت کے ایک

ہندو تعلیم یافتہ وزیراعظم تھے ـــــ جناب مرار جی ڈیسائی، جدید تعلیم یافتہ، اعلیٰ ترین ملکی عہدہ پر براجمان دنیا کے رجحانات سے واقف ـــــــ مگر وہ برملا کہتا تھا (اس بات کی گواہی اس وقت کے اخبارات دیں گے) کہ میں اپنا پیشاب ضائع نہیں کرتا جمع کرتا رہتا ہوں اور 24 گھنٹے بعد دوبارہ پی جاتا ہوں۔ کسی مسلمان کو شاید یہ واقعہ سن کر متلی آنے لگے اور قے آجائے مگر دنیا میں یہ ہندو قوم کا عام طرزِ عمل ہے۔ دیگر اقوام عالم میں کئی اقوام آج بھی ایسی ہیں جو اسی طرح کا طرزِ زندگی رکھتی ہیں۔ جو فردِ نوعِ بشر اپنا پیشاب پی سکتا ہے اس کو اپنی گندگی کھانے سے کونسا اخلاقی و مذہبی و سماجی بندھن روک سکتا ہے؟ اور یقین کریں ایسی اقوام دنیا میں آج بھی ہیں جو اپنی گندگی کھا جاتی ہیں جبکہ ایک طہارت پسند، جراثیم سے بچنے والا انسان اس طرح کا طرزِ عمل یا رویہ سوچ بھی نہیں سکتا۔

☆ ذرا تقابل کیجئے یہی ہندو قوم ایک طرف اپنا پیشاب پیتی ہے۔ اس پر مستزاد ان کے لئے گائے (ایک گھریلو دودھ دینے والا جانور) کا پیشاب دنیا بھر کی تمام چیزوں سے زیادہ پاک (پوتر) ہے۔ (شاید آج کا جدید مسلم نوجوان اس کا سوچ بھی نہیں سکتا کہ آج تو امن کی آشا کا چرچا ہے) ہندو قوم کھانے پینے کی اشیاء سجا کر اس پر گائے کا پیشاب چھڑکتے ہیں کہ یہ کھانا اب پاک ہو کر کھانے کے قابل ہو گیا۔

ہماری زبان میں دو الفاظ ہیں: ایک ہے کسی چیز کا صاف ہونا اور دوسرا ہے کسی برتن کپڑے یا چیز کا پاک ہونا۔ پاک ہونے کا مطلب آج کل کی زبان میں جراثیم سے پاک ہونا ہے یا انگریزی میں HYGENIC کا لفظ آتا ہے۔ آپ ﷺ کے دور میں جراثیم کا تصور ابھی نہیں آیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے (اور اس کے رسول ﷺ) نے طہارت کا تصور دیا ہے اور ایسے طریقے بتائے ہیں جس سے جراثیم کے ختم ہونے یا کسی کپڑے کے جراثیم سے پاک ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔ یہ طہارت ہے۔

دنیا میں آسمانی ہدایت سے محروم معاشروں میں صفائی اور پاکیزگی کے تصوّرات بہت بعد میں آئے ہیں اور بعض جدید ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ اقوام میں بھی طہارت کا تصوّر صرف ڈاکٹروں کے تصوّر کے مطابق جراثیم کش (ANTI-SEPTIC) صابن سے ہاتھ دھونے تک

محدود ہے۔ پیشاب کے بعد طہارت، بیت الخلاء کے استعمال کے بعد طہارت، غسل فرض ہونے پر غسل کرنا ـــــ یہ وہ تصوّرات ہیں جو آج کے عام جدید معاشروں میں بھی عنقا ہیں جبکہ آسمانی وحی اور انبیاء کرام علیہم السلام نے بالخصوص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس لئے کہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات آج میسر ہی نہیں ہیں) دیے ہیں۔ دنیا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ممنون احسان ہونا چاہئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا چاہئے۔

☆ طہارت آج کی اصطلاح 'HYGENITY' کے معنی کے قریب ہے اور اسلام نے کھانے کے بعد بھی مسواک کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پینے کے بعد بھی مسواک فرماتے تھے جس سے مسلمانوں میں یہ تصورات ان کے کلچر اور ثقافت کا حصہ بن گئے ہیں۔ کسی چیز یا کپڑا یا برتن کا 'صاف' ہونا یا نظر آنا ـــــ اور بات ہے اور اس کا جراثیم سے پاک ہونا ایک دوسری چیز ہے اسلام نے طہارت کا یعنی پاکیزگی اور HYGENITY پر زور دیا ہے۔

مسلمان ہونا اور طہارت کا تصور ساتھ ساتھ ہیں

اسلام چونکہ آسمانی ہدایت ہے اور خالق کائنات کا دیا ہوا ہے جو انسان کی ضروریات کو بھی جانتا ہے، انسانی کمزوریوں سے بھی واقف ہے انسانی نفسیات کا بھی جاننے والا ہے لہٰذا ـــــ اس کے دیے ہوئے احکام صرف آج تک نہیں بلکہ قیامت تک کی تحقیق وجستجو اور سائنسی انکشافات کے آئینے میں ہر انسانی ضرورت اور رویے کو محیط ہیں اور اس کے تقاضوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔

اسلام میں عبادات اہم دینی فریضہ ہے اور فی نفسہٖ ان عبادات کی بجا آوری بنیادی طور پر بندے اور اللہ تعالیٰ کے باہمی تعلق اور تعارف، اعتماد وتوکل اور تسلیم ورضا کا مظہر ہوتی ہیں۔ ہر انسان ان عبادات کو اپنی داخلی ایمانی کیفیات واحساسات کے تحت (اور ان کے مطابق اسی درجے میں ہی اپنی عبادات کا) معیار رکھ سکتا ہے اور اس سے زیادہ کچھ ممکن نہیں ہے۔ ایک کمزور ایمان کا آدمی بہت اعلیٰ درجے کی 'حضور' اور 'کَـــــاَنَّکَ تَـرَاہُ' والی کیفیت کی نماز ادا ہی نہیں کر سکتا۔ مگر ایک چیز جو سب مسلمانوں عوام وخواص، علماء وکم علم، دیہاتی شہری، غریب امیر، عورت مرد سب کے لئے لازم ولابدی ہے وہ ان عبادات کے لئے حاضری سے پہلے ایک خاص معیار کی طہارت کا ضروری اہتمام ہے۔

مثلاً نماز فرض ہے اور دن میں پانچ مرتبہ یہ نمازیں اپنے اپنے اوقات مقررہ پر ادا کی جاتی ہیں۔ اس سعادت کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے، انفرادی نماز ہو یا مسجد میں باجماعت نماز کے لئے کوئی مسلمان حاضر ہونے کا ارادہ رکھتا ہو ـــــــ طہارت / غسل یا وضو ضروری ہے۔

اس سے اسلام کی تعلیمات میں صفائی اور طہارت (HYGENITY) کے بارے میں سنجیدگی (SERIOUSUESS) ظاہر ہوتی ہے۔ صاف ظاہر ہے جو شخص ہر نماز کے ساتھ وضو کرے گا وہ مسلمان باطنی پاکیزگی کے جو مراحل طے کرے گا وہ اس کا ربّ جانتا ہے ظاہری لحاظ سے پاکیزگی کے اعلیٰ ترین معیار پر ہوگا۔

اس کے برعکس غیر مسلم معاشروں میں ان باتوں کی کتنی اہمیت ہے اس کا اندازہ مسلمانوں میں سے ہی ذرا دین کے معاملے تساہل پسند اور غیر سنجیدہ مسلمانوں کے طرزِ عمل پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ عام سا تجربہ ہے جو ہر جوان اور بوڑھے مسلمان کو ہوتا ہے۔ دوستوں میں بیٹھے ہیں سب طرح کے دوست (سکول، کالج، بازار، دفتر اور برادری کے اجتماعات وغیرہ) بیٹھے ہیں اذان ہو جائے اور نماز کا وقت قریب ہو آپ نماز کے لئے اُٹھیں اور ساتھ بیٹھے دوست کو بھی نماز کے بارے میں دعوت دیں کہ آیئے نماز پڑھتے ہیں تو ـــــــ عام سا جواب ملتا ہے میرے کپڑے ٹھیک نہیں ہیں میرا جسم پاک نہیں ہے ایک مسلمان ان جوابات سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ ان جوابات کا مطلب کیا ہے؟ ہمارا معتدل موسم کا علاقہ ہو اور ایک مسلمان ہو جس پر نماز، طہارت، غسل کی اہمیت واضح ہے (اسی لئے تو گندے جسم کے ساتھ دکھاوے کی نماز میں شریک نہیں ہوتا) تو بھی طہارت / غسل گراں گزرتا ہے اور انسان گندے جسم اور ناپاک بدن کے ساتھ کئی کئی دن گزار دیتا ہے اسی طرح معاملہ خواتین کا ہے جو خاتون نماز کا اہتمام نہیں کرتی اس کی پاکیزگی اور طہارت کا معیار کسی درجے میں بھی ایک مسلمان عورت سے مطلوبہ معیار کا نہیں رہ سکتا۔ شوہر بھی بے نماز ہو اور بیوی بھی بے نماز تو ان کی طہارت یا HYGENITY کا معیار اپنے ذہن میں سوچا جاسکتا ہے کہ کتنا گرا ہوا ہے۔

اس پر قیاس کریں ٹھنڈے علاقے کے مسلمانوں کو جیسے ہمارے شمالی علاقہ جات وغیرہ جہاں سال کے بیشتر حصے برف جمی رہتی ہے اور موسم انتہائی سرد اور درجہ حرارت برف جمانے والا

ہوتا ہے وہاں طہارت اور غسل کا معیار کیا ہوگا۔ تفصیل میں جائے بغیر کہا جاسکتا ہے کہ عام مسلمان کے لئے بہت گرا ہوا ہوگا۔

اس پر قیاس کر لیجیے غیر مسلم معاشروں کا حال، جہاں 'موڈ' ہو اور پانی گرم میسر ہو، وسائل ہوں تو بھی اہمیت نہیں ہے کوئی انسان غسل وغیرہ کا اہتمام کیوں کرے گا طہارت اور استنجاء کا اہتمام بے معنی ہے یہ بات مرضی اور ماحول میں قائم معیار پر ہے۔ چونکہ آج بجلی اور گیس کی سہولت ہے آج سے صرف ایک صدی پہلے کے ٹھنڈے علاقوں میں یہ سہولیات نا قابل تصور تھیں لہٰذا ان علاقوں کے غیر مسلم معاشروں کی روایات میں طہارت اور پاکیزگی کا آپ تصور ذہن میں لا سکتے ہیں۔ جن حضرات کو ان سرد علاقوں میں جانے کا موقع ملا ہے (وہ بھی اکثر گرمیوں میں ہوتا ہے) وہ ان علاقوں کے لوگوں سے معلوم کر سکتے ہیں کہ وہاں طہارت اور پاکیزگی کا کیا معیارِ عام ہے؟

غیر مسلم معاشروں میں طہارت و پاکیزگی کا معیار بہت ہی گرا ہوا ہے اور یورپ اور مغربی ممالک اکثر سرد ہیں، اُوپر سے مذہب کی بھی کوئی پابندی قبول نہیں تو ان معاشروں میں سابقہ علاقائی روایات کے ساتھ طہارت کا معیار کہاں تک گرا ہوا ہے وہ ان معاشروں میں جا کر آباد ہونے والے مسلمان بتا سکتے ہیں یا وہاں کے خوش نصیب نو مسلم بتا سکتے ہیں۔ اور حقیقتاً ایک مسلمان کے لیے یہ معلومات افسوس ناک حد تک پریشان کن ہوتی ہیں۔

قرآنِ مجید میں مسلمان کے لئے طہارت کے احکام

طہارت انسانی ضرورت ہے اور اخلاقی ضرورت ہے یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ پاکیزہ جسم کے ساتھ انسان کے خیالات بھی پاکیزہ ہوتے ہیں جبکہ ناپاک جسم اور گندے کپڑوں کا اثر انسان کی سوچ اور فکر پر بھی پڑتا ہے اور یہی چیز کسی علاقے کی ثقافت بن جائے (یاد رہے کہ مغرب ممالک کے لوگوں کا صاف ہونا اور بات ہے اور پاک ہونا دوسری بات ہے) آج کے باتھ روم دیکھنے میں اتنے صاف ہوتے ہیں کہ شاید غریب کا کچن بھی اتنا صاف نہ ہو مگر وہ پاک نہیں ہوتے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ

جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَايُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (06-05)

''اے اہل ایمان! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو اور سر کا مسح کرلیا کرو اور ٹخنوں تک پاؤں (دھولیا کرو) اور اگر نہانے کی حاجت ہو تو (نہا کر) پاک ہوجایا کرو۔ اور اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے بیت الخلا سے ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی لو اور اس سے منہ اور ہاتھوں کا مسح (یعنی تیمّم) کرلو۔ اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔''

گویا ترجمے سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام وضو اور غسل کے دیے ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی ذہنی اور اخلاقی تربیت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے دیے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بنیں، ان کے ہمراہ ہوں، ان کے ساتھ وفاداری کر رہے ہوں اور ان پر درود شریف پڑھ رہے ہوں تو ظاہری پاکیزگی کی وجہ سے ان کے خیالات بھی پاکیزہ ہوں اور گویا ان کی سوچ میں بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت موجود ہو۔

لہٰذا اے اہل ایمان! اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو اپنے اوپر کسی درجے میں بھی بوجھ (BURDEN) نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اہل ایمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بن کر جس راستے پر چلنے کا ارادہ کرچکے ہیں اس راستے پر چلنے کے تقاضوں کے لئے ضروری ہے کہ ہر انسان اخلاق، کردار، پاکیزگی کے لحاظ سے بھی اور ذہنی اور فکری طور پر بھی ایک خاص معیار پر پورا اُترتا ہو تبھی وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کا ساتھی اور دست و بازو بننے کا اہل ہوسکتا ہے اس کے برعکس ہر وہ شخص جو 'من پسند' یا 'لبرل' (LIBERAL) زندگی گزارنے کا عادی ہے یعنی وہ آدمی صبح کو جب دل کرے اُٹھے، رات کو جب دل کرے سوئے، جو دل کرے پیئے اور جو دل کرے کھائے اور جو دل کرے سنے، جو دل کرے دیکھے (ویڈیوز فلمیں وغیرہ) جو دل کرے وہ کرنے پر آمادہ ہوجائے

گویا بے حیائی و بے غیرتی کرنے پر آمادہ ہوجائے ـــــــ وہ حضرت محمدﷺ کے اتباع، وفاداری، تسلیم ورضا اور معیت کا اہل ہی نہیں ہے اور نہ ہی اُسے حضرت محمدﷺ کی زندگی سے کوئی اُنس، محبت اور دلچسپی ہوگی نہ وہ آپﷺ کی ذات اقدس پر درود شریف بھیجنے کا خواہش مند ہوگا، نہ وہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کا مستحق ٹھہرے گا، نہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے سائے میں رہ کر 'مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْر' کے پاکیزہ سفر کا متمنی ہے اور نہ ہی آرزومند اور نہ ہی وہ ظاہری طہارت اور ظاہری پاکیزگی ہی کا متلاشی ہے۔ بالفاظِ دیگر حضرت محمدﷺ کی غلامی ـــــــ جو حقیقی آزادی کا پروانہ ہے ـــــــ وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتا ایسا شخص کردار کے اعتبار سے کیسا ہوگا؟ اس کا اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں۔

آپﷺ کی شخصیت سے تو اس انسان کو محبت ہوگی جس کے اندر ـــــــ ضمیر زندہ ہے، روح زندہ ہے، اندر کا انسان مرا نہیں ابھی حیا باقی ہے ـــــــ ایسا شخص آگے بڑھے گا اُسے حضرت محمدﷺ کی ذات میں 'مسیحا' نظر آئے گا، اپنے اندرونی کرب اور دُکھوں کا 'معالج' نظر آئے گا، اُسے آپﷺ کی ذات میں ایک مشفق اور محبت کرنے والا مربی ومزکی نظر آئے گا (جس کی ہر مضطرب اور بھٹکتی روح کو تلاش ہے)۔ لہٰذا ایسا شخص والہانہ طور پر آپﷺ سے وابستہ ہوجائے گا اور آپﷺ کے ساتھ وفاداری، تسلیم ورضا اور اطاعت و اتباع کا تعلق کرنے میں پس وپیش بھی نہیں کرے گا آپﷺ کے احسانات اور اچھے رویوں کے گن گائے گا، آپﷺ پر درود شریف پڑھے گا اور یوں وہ اپنے رب کی خصوصی رحمتوں کا مہبط ومسکن بن جائے گا اور دین کے راستے پر جہاد کے راستے پر رواں دواں ہوجائے گا اور 'من الظلمت الی النور' کی منزل طے کرتا ہوا آگے بڑھ رہا ہوگا ـــــــ طہارت اور پاکیزگی اس کی عادت ثانیہ بن جائے گی۔ یہ طبقہ آج کے دور میں مغرب کے نومسلم ہیں جو عمل میں ہم پشتینی مسلمانوں سے کہیں آگے نکل جاتے ہیں۔ اسی طرح جس پانی سے انسان طہارت حاصل کرتا ہے وہ پانی بھی پاک ہونا ضروری ہے اور بارش کا پانی قدرتی طور پر پاکیزہ اور آلائشوں سے پاک ہوتا ہے اس لیے اس پانی کو بھی 'مَآءً طَهُوْرًا' کہا گیا ہے۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا (25-48)

''اور ہم آسمان سے پاک (اور نتھرا ہوا) پانی برساتے ہیں''

اسی طرح عبادت کے لیے جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری روئے ارضی کو مسجد (پاکیزہ) قرار دے دیا ہے۔

طہارت اور انسان کی انفرادی و گھریلو زندگی

☆ انسانی تنہائی میں فرشتے سے بہتر ہوتا ہے یا شیطان سے بدتر۔ اس لئے کہ تنہائی میں انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے اور شیطان بھی۔ جس انسان پر حق کا غلبہ ہے نیکی کا غلبہ ہے اور خدا خوفی ہے وہ تنہائی میں اللہ سے ڈرے گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرے گا۔ لہٰذا ایسا انسان یقیناً فرشتے سے بہتر ہے اس لئے کہ انسان مسجود و ملائک ہے۔ بصورتِ دیگر جس انسان (اور یہ انسان اچھا انسان بھی ہوسکتا ہے جس پر کبھی وقتی طور پر برائی کا غلبہ ہو جائے) پر شیطان غالب ہو جائے اور وہ انسان برے خیالات کی آماجگاہ ہو گا اس کیفیت کو انگریزی محاورے میں یوں بیان کیا گیا ہے (یاد رہے کہ انسانی نفسیات اور رویے بنیادی طور پر ایک جیسے ہی ہیں۔)

AN IDLE MAN'S MIND IS DEVIL'S WORKSHOP

''فارغ (بے کار) اور تنہا آدمی کا دماغ شیطانی منصوبوں کا کارخانہ ہوتا ہے''۔

اس پر مستزاد یہ ہے کہ اگر انسان کے پاس پیسوں کی بھی کمی نہ ہو تو ایسا انسان تنہائی میں برائی کے ابتدائی درجوں سے گزر کر اگلے درجوں میں پہنچ جاتا ہے (فلمیں، کمپیوٹر کا غلط استعمال وغیرہ۔)

اس پس منظر میں ـــــــ اسلام کے نزدیک انسان کی ایسی تربیت کی ضرورت ہے جو لوگوں کے سامنے بھی اور تنہائی میں بھی (اکثر) شیطان اور شیطانی خیالات سے دور رہ سکے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ انسان کو بے حیائی ماظہر منھا وما بطن ـــــــ ظاہری اور باطنی سے بچنا چاہئے اور حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کو خدا خوفی اختیار کرنی چاہئے فی السر والعلانیۃ یعنی تقویٰ تنہائی (اور چھپے بھی) اور لوگوں کے سامنے بھی۔

☆ ان تنہائی کے اوقات کی طرح ہر انسان کی ایک گھریلو اور متاہل (میاں بیوی کی زندگی ہے) اس گھریلو زندگی کے علیحدگی کے لمحات میں شیطان اور شیطانی کاموں سے بچنا اور اللہ اور اس

کے رسول ﷺ کے احکام کے مطابق (حدود اللہ) کے اندر رہنا ایک مسلمان سے مطلوب ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ خاوند کو ہر مہینے چند مخصوص دنوں میں اپنی بیوی سے کچھ علیحدہ رہنا چاہئے ہاں جب وہ پاکیزگی اختیار کر لیں تو ـــــــ حسب سابق تعلقات جاری رہیں گے۔

☆ اسی طرح تنہائی کے لمحات میں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پابند خواتین کو 'اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ' فرمایا گیا ہے اور سورۂ نور میں ہے کہ پاکیزہ عورتوں کے لئے پاکیزہ خاوند ہوتے ہیں اور ناپاک (اور گندی) عورتوں کے لئے ناپاک خاوند ہوتے ہیں۔ وہ مرد جو گھریلو متاہل زندگی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں وہ بھی گویا پاکیزہ شوہر شمار ہوتے ہیں (ویسے عربی میں زوج کا لفظ شوہر اور بیوی دونوں کے لئے بولا جاتا ہے یعنی بیوی شوہر کے لئے اور شوہر بیوی کے لئے زوج ہے)

☆ گھریلو زندگی میں چونکہ غلطی کا بار بار امکان ہے لہٰذا انسان کو بار بار توبہ بھی کرنی چاہئے اور خوش قسمتی سے اللہ تعالیٰ 'تَـوَّاب' ہے یعنی بار بار توبہ قبول کرنے والا ہے اور ناراض اور غضبناک نہیں ہوتا لہٰذا انسان کو بھی بار بار توبہ کرنے سے شرمندہ نہیں ہونا چاہئے مگر پاکیزہ زندگی ضرور اختیار کرنی چاہیے اور اس کے حصول کے لئے بار بار اللہ سے رجوع کرنا چاہئے چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (02-222)

''کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ بار بار توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے''

☆ اسی معنی میں قرآن پاک میں ذکر ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ایک اخلاقی برائی میں بہت زیاد ملوث تھی اور جو لوگ اُن کو اس برائی سے روکتے تھے (یعنی حضرت لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے لوگ) ان کو وہ پاکباز لوگ کہتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کا ہم میں کیا کام ـــــــ ان پاکباز لوگوں کو اپنے شہر سے نکال دو۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّآ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ (27-56)

''ان کی قوم کے لوگ (بولے تو) یہ بولے اور اس کے سوا ان کا کچھ جواب نہ تھا کہ

لوط علیہ السلام کے گھر والوں کو اپنے شہر سے نکال دو یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں‘‘۔

کجا یہ کہ کسی شریف انسانوں کی آبادی سے بُروں کو نکالا جائے، وہ برے لوگ نیک اور پاکباز لوگوں کو شہر سے نکالنے کی دھمکی دیتے تھے۔

☆ اسی طرح انسانی جسم کی پاکیزگی سے جب انسان کی سوچ صحیح ہوتی ہے اور خیالات پاکیزہ ہوجاتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور وفاشعاری کی زندگی اختیار کرنے سے باطنی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

اس ضمن میں مرد ایمان لانے والوں کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ان کی اخلاقی روحانی تربیت اور تطہیر افکار و خیالات کا اہتمام کر دیا تھا اور آپس میں گفتگو و سوال و جواب کے مواقع ملتے رہتے تھے اور بالخصوص جنگی مہمات کے لمبے سفروں میں وقت بہت زیادہ میسر آتا تھا۔ مگر اس کیفیت کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کے بھی مربی و مزکی تھے مگر ایک تو وقت نہیں ملتا تھا پھر اسلام میں غیر محرم عورتوں سے اختلاط کے احکام بڑے سخت ہیں اس پر مستزاد فطری حیا مانع ہے۔ اور مرد عورتوں کے معاملات پر واضح الفاظ میں بحث کرنے سے حیا کی وجہ رک جاتا ہے۔ دوسری طرف یہ تربیت آخرت کے لئے اور طہارت کے لئے انتہائی ضروری بھی تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ایک خصوصی اہتمام فرمایا۔

سنجیدہ قارئین کرام یہ بات بخوبی سمجھتے ہیں کہ اسلام کی تعلیمات انفرادی و اجتماعی دونوں سطحوں پر ہیں اسلام فرد کی اصلاح اور اس کے اخلاق و کردار کی تعمیر پر اصل زور دیتا ہے لہٰذا دین کی تعلیمات میں ان کی اہمیت بھی ہے اور تاکید بھی پھر ایسے احکام کی تفصیلات بھی دی گئیں ہیں۔ جیسے اُوپر عرض کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) پوری اُمت کے لئے نمونہ بن کر آئے مگر ہم سب بخوبی جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرد تھے اور مردوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی اور اس کا نمونہ بدرجہ اَتم (100%) موجود ہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھانے کا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیکھنے کا حق ادا کر دیا۔ مگر یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ خواتین کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا خاص نسوانی معاملات میں نمونہ ہونا ــــــ غور و فکر طلب ایک مسئلہ ہے۔

انسان (مرد) قرآن کی تعلیمات جتنی وضاحت سے اپنی بیوی کو سمجھا سکتا ہے اتنی

وضاحت، سنجیدگی، اطمینانِ قلب کے ساتھ بہن، بیٹی اور ماں کو بھی ان کے محرم ہونے کے باوجود نہیں دے سکتا کجا کسی غیر محرم عورت کو یہ باتیں سمجھائے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایک وقت میں عام مسلمانوں سے کہیں زیادہ بیویاں عطا فرمائیں اور وہ خواتین بھی مختلف قبائل، ثقافتوں اور تہذیبوں سے لاکر جمع فرما دیں (اس لئے کہ ان معاملات میں قبائلی روایات اور سینہ بن سینہ تعلیمات خواتین سے خواتین کو چلتی آرہی تھیں)۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ (فداہ آباؤنا و امہاتنا) کے عقد میں آنے اور کاشانۂ نبوی میں رونق افروز ہونے کے لئے تمام عالم کی خواتین میں بہترین اور اعلیٰ کردار و صلاحیتوں کی خواتین کو چنا۔

(جیسے رؤسائے مکہ کے اس مطالبہ پر (سورۂ زخرف) کہ مکہ اور طائف کے رؤساء میں سے کسی کو نبی کیوں نہیں بنایا گیا تو فرمایا گیا کہ کیا اللہ اب ان کے مشورہ سے یہ کام کرے گا اور دوسری جگہ فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ کون کس کام کا اہل ہے اور ختم نبوت کا تاج کسی ابوجہل اور ابولہب کے سر پر نہیں رکھا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہی اس مقامِ رسالت اور 'مقامِ محمود' کا بھی اہل سمجھا اور اس مقامِ رفیع پر فائز کر دیا۔ حقیقتاً تمام انسانیت میں ختم نبوت کا ایک منصب جلیلہ اور 'مقامِ محمود' کا ایک مقامِ رفیع ہے اور اللہ تعالیٰ نے صرف حضرت محمد ﷺ کو یہ دونوں مقام عالیہ رفیعہ عطا کر دیے۔ یقیناً ؎

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ   مثلِ تو نشد پیدا جاناں

آپ ﷺ کی ازواج ـــــ ازواج مطہرات

آپ ﷺ کے گھر کی رونق بننے کے لئے جن خواتین کو چنا گیا وہ بھی اسی طرح کی اہلیت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اُن کو چنا اور پھر سابقہ زندگی کے تجربات و مشاہدات کے اثرات کو ان کے ذہن و فکر سے محو کر دیا ذہنی و فکری تطہیر کر دی اور سابقہ تعلّقات اور ازدواجی زندگی کے خوشگوار یا غیر خوشگوار یادوں کو ذہن سے محو کر دیا اور 'علم لدنی' کا وہ وافر حصہ بھی عطا فرمایا جو انہیں رضی اللہ عنہن کے مقامِ رفیع کے شایانِ شان تھا اور ان کو اس مقامِ رفیع کے سخت ترین تقاضوں کے مطابق مقامِ صبر، مقامِ شکر، مقامِ تسلیم و رضا اور مقامِ اطاعت و اتباع بھی عطا فرمایا۔ چنانچہ ان پر پابندیوں کے باب میں قرآن مجید میں ہے:

☆ کہ ازواج النبی رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور شخص سے نکاح نہیں کرسکتیں۔

☆ تمام اُمت کے لئے ازواج النبی رضی اللہ عنہن 'ماں' کا درجہ رکھتی ہیں۔

☆ 'ماں' کا درجہ رکھنے کے باوجود فرمایا جب اُن سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے طلب کرو (گویا ماں کا درجہ معنوی وروحانی حیثیت کا حامل ہے)۔

(اسی ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا (33-40) آپ مسلمانوں میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ بلکہ آپ کی اصل حیثیت تو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور مزید برآں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُمت کے روحانی باپ ہیں اور تمام اُمت آپ کی نگاہ میں برابر ہے۔ فرق رہے گا تو اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کا وہی معیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نگاہ میں بھی ہے۔)

☆ عام مسلمانوں (باعمل مسلمان کے ساتھ منافقین اور غیر تربیت یافتہ مسلمان بھی مراد ہیں) میں سے جب کوئی آپ (ازواجِ مطہرات) سے پردے کے پیچھے سے بات کرے تو دب کر یا آواز کو لوچ دار اور محبت آمیز بنا کر بات نہ کریں بلکہ ذرا سخت لہجہ میں جواب دیں اور بات مختصر رکھیں تا کہ کوئی بدنیت (منافق) اس موقع پر غلط خیالات کو آگے نہ بڑھا سکے۔ اعاذنا اللہ من ذالك

☆ مزید فرمایا: سب سے اہم ـــــ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ ...... اے ازواج النبی رضی اللہ عنہن! آپ بازار اور گھر سے باہر عام عورتوں کی طرح اپنی زیب وزینت دکھاتی نہ پھریں بلکہ گھر میں قرار پکڑیں، جم کر گھر میں بیٹھیں (کہ عورت کا اصل مقام اس کا گھر اور شوہر کی چار دیواری ہے) اور شرعی اجازت کے تحت ہی کسی ناگزیر ضرورت سے گھر سے باہر نکلیں اور ازواج النبی رضی اللہ عنہن تم (کتنی خوش نصیب ہو، کتنی خوش بخت ہو کہ سیّد ولد آدم) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آ گئی ہو۔ لہٰذا تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو (کہ اسلام میں عورتوں کو جائیداد رکھنے اور وراثت کے احکام کے تحت ملنے والی رقوم سے تجارت وغیرہ کی اجازت ہے) بے شک اس 'زوجیت' نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ رفیع کے تقاضوں کے مطابق ـــــ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں سابقہ زندگی کی ہر طرح کی یادوں، خیالات، نظریات اور اثرات اور عام بشری کمزوریوں اور میلانات کی طرف التفات سے پاک کردے اور ایسا پاک کرے جیسا پاک کرنے کا حق ہے۔ تا کہ اللہ کے ہاں مزید اعلیٰ درجات حاصل کرسکو۔ اور ساتھ یہ بھی

بتا دیا کہ ـــــ تم سب ازواج النبی رضی اللہ عنہن اپنے اس منصب جلیلہ کی وجہ سے اُمت کی تمام خواتین کے لئے نسوانی معاملات (از قسم زیب و زینت، پردہ طہارت، حیض نفاس کے معاملات) میں، 'نمونہ' بن گئی ہو اور تمہارا طرزِ عمل خواتین کے لئے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ سب کے تعلق زوجیت کی وجہ سے) 'اُسوۂ حسنہ' بن گیا ہے۔ لہٰذا اس مقام جلیلہ کا تقاضا ہے کہ اے ازواج النبی رضی اللہ عنہن! تم اب اپنی بقیہ زندگی میں بہت محتاط رہو اگر تم سے غلطی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ تمہیں دہری سزا دے گا اور اگر اس منصب کے شایانِ شان وقت گزارو گی تو تمہیں اجر بھی دُگنا ہی ملے گا۔ (یاد رہے کہ اہلسنّت کے نزدیک معصومیت صرف انبیاء کرام علیہم السلام کا خاصہ ہے)۔ چنانچہ پوری آیات یوں ہیں:

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًاO

''اے پیغمبر اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت اور آرائش کی خواستگار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں''

وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًاO

''اور اگر تم اللہ اور اس کے پیغمبر اور عاقبت کے گھر (یعنی بہشت) کی طلبگار ہو تو تم میں جو احسان کی روش اختیار کرنیوالی ہیں ان کیلئے اللہ نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے''

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًاO

''اے پیغمبر کی بیویو! تم میں سے جو کوئی صریح ناشائستہ حرکت کرے گی اس کو دگنی سزا دی جائے گی اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے''

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَا اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًاO

''اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہے گی اور عمل نیک کرے گی اس کو ہم دونا ثواب دیں گے اور اس کے لیے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے''

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ

فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًاO

’’اے پیغمبر کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم پرہیزگار رہنا چاہتی ہو تو (کسی اجنبی شخص سے) نرم نرم باتیں نہ کیا کرو تاکہ وہ شخص جس کے دل میں کسی طرح کا مرض ہے کوئی امید نہ پیدا کرلے اور دستور کے مطابق بات کرو‘‘۔

وَ قَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًاO

’’اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح پہلے جاہلیت (کے دنوں) میں اظہارِ تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتی رہو۔ اے (پیغمبر کی) اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کردے اور تمہیں بالکل پاک صاف کردے۔‘‘

وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا O (33-29 تا 34)

’’اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو۔ بے شک اللہ باریک بین اور باخبر ہے۔‘‘

یہاں سے تطہیر کا لفظ ازواجِ مطہرات کی پاکیزہ اصطلاح کا حصہ بن گیا۔ اسی لفظ کا ہم معنی طیّب اور طیبۃٌ بھی قرآن پاک میں استعمال ہوا ہے۔

نور ___ اور ___ پاکیزگی لازم وملزوم ہیں

نور اور طہارت یا پاکیزگی پر اُوپر درج گفتگو میں غور فرمائیں تو یہ بات سامنے آئے گی کہ ’نور‘ اور پاکیزگی لازم وملزوم ہیں۔

قرآن مجید کے لئے ’نور‘ کا لفظ آیا ہے تو قرآن مجید کے لئے یہ قرآن پاکیزہ صحیفوں میں ہے (80–14) سابقہ صحیفے بھی ’نور‘ تھے اور ان کے لیے بھی صُحُفًا مُّطَهَّرَة (98–02) اسی طرح ’روح‘ ’نور‘ ہے تو وہ بھی پاکیزہ ہوتی ہے۔ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا)

کے لیے نور کا لفظ آیا ہے تو ان کے اسماء میں سے بھی طیب بھی ہے مُطَھَّر بھی ہے۔ پھر آپ کی ازواجِ مطہرات پاک ہیں جیسا کہ پاکیزگی کا حق ہے۔ تو خود آپ ﷺ پاکیزگی کے جس اعلیٰ ترین مقام پر ہوں گے وہ ہمارے فہم وادراک سے بھی بالاتر ہے۔ نطق انسانی اور زبان کی مجبوری ہے کہ آپ کے مقامِ رفیع کے شایانِ شان کوئی لفظ طہارت سے مشتق نہیں؛ اسی لیے زیر استعمال نہیں ہے ورنہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے لیے لفظ 'نور' استعمال ہوتا ہے مگر یہ لفظ جس ہستی کی صفت بن کر آ رہا ہے اسی کی مناسبت سے اس کے درجات ہوں گے عام مسلمان کی روح بھی 'نور' ہے۔ علامہ اقبال کا مصرعہ ہے: ع نقطۂ نوری کہ نامِ اُو خودی است

علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں روح کی اصطلاح کی بجائے 'خودی' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اگر ہماری خودی ایک نقطہ ہے تو باعمل مسلمان اور شہداء وصدیقین کی روحیں تو کس درجہ پر ہوں گی اگر ستر ہزار درجے میں تصور کر لیے جائیں تو کم ہیں اور پھر انبیاء کرام علیہم السلام اور پھر اس جماعت انبیاء کرام علیہم السلام میں سے آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کی روح۔ حضرت شیخ سعدی کے الہامی الفاظ کے سوا چارہ نہیں ہے: ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کامل نورِ ہدایت اور اعلیٰ ترین کردار کی پاکیزگی کا حسین مرقع

حضرت محمد ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا)

تاریخ انبیاء کرام علیہم السلام میں حضرت محمد ﷺ خاتم النّبیین بھی ہیں اور سیّد ولد آدم (علیہ السلام) بھی اور سرتاجِ انبیاء علیہم السلام بھی۔ دوسری طرف آپ ﷺ پر جو وحی نازل ہوئی وہ کتاب تمام کتب سماویہ وصحف سماویہ کی المہیمن بھی ہے اور جامع ترین بھی، نیز آخری کلام بھی اور اپنے اصلی متن کے ساتھ موجود ہونے کی فضلیت کی وجہ سے 'کلاموں کا بادشاہ' بھی۔ لہٰذا آپ ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کی ذاتِ اقدس میں قرآن مجید کا نور اور کردار کی طہارت وپاکیزگی کے اعلیٰ ترین درجے جمع ہو گئے۔ قرآن پر عمل کے اعتبار سے بھی جتنا عمل بالقرآن آپ نے کیا ہوگا اتنا عام اُمتی تو کیا عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی ممکن نہیں۔ اسی مفہوم کو واضح کرتی ہے وہ روایت جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ (مسند احمد) ''آپ ﷺ کے اخلاق قرآن تھا''

گویا آپ کے اخلاق قرآن مجید ہی تھا اور آپ قرآنِ مجسم تھے اور یہ گواہی آپ ﷺ کی اہلیہ زوجہ محترمہ یکے از ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن دے رہی ہیں۔ آپ کے قرآن مجسم ہونے پر یہ روایت شاہد عادل ہے۔

نورِ قرآن ___ کردار کی پاکیزگی اور عام مسلمان

عام مسلمانوں میں سے جو بھی ذرا دین میں آگے بڑھتا ہے تو قرآن مجید کے بقول وہ صالحین میں شمار ہوتا ہے پھر اعلیٰ درجات میں درجاتِ شہداء ہیں اور پھر درجاتِ صدیقین ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا، اس کو سمجھنا، اس کی تعلیمات پر عمل کرنا اور آپ ﷺ سے وفاداری و اطاعت واتباع کا اہتمام کرنا کردار کی پختگی کے نشان ہیں۔ ایسے شخص کے قرآن پڑھنے اور کردار کے بارے میں عاشق قرآن علامہ اقبال نے فرمایا:

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

گویا باعمل مسلمان اپنے نورِ ایمانی کے درجے کی مناسبت سے قرآنِ مجسم ہی ہوتا ہے اور یہ عکس جمیل ہے حضرت محمد ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کا اور آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے اور وفاداری و اطاعت واتباع کے بارے میں پرعزم ہونے کا۔ ـــــــ لہٰذا یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جو مسلمان پہلے بھی اور اب بھی ایمانی کیفیات میں اور آپ ﷺ سے وفاداری واتباع کے تعلق میں جتنا آگے بڑھتا چلا جائے گا اتنا ہی اس کی روح نورانی اور کردار قرآن کے مطابق ہوتا چلا جائے گا اور اس کی زندگی آپ ﷺ کے اُسوہ کے قریب ہوتی چلی جائے گی اور اس کی روح کے ساتھ اس کا جسد خاکی بھی نورِ ہدایت اور نورِ کردار سے منور ہوتا چلا جائے گا۔

دُعائے نور

ہمارے کردار کی بہتری اور قرآن مجسم ہونے کی جتنی فکر آپ ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کو تھی وہ ایک اُمت کے بارے میں اس کے نبی علیہ السلام ہی کو ہوسکتی ہے آپ ﷺ نے اس ضمن میں رہنمائی

کے لئے اور دل میں آرزو پیدا کرنے کے لئے ہمیں جو دُعائیں سکھائی ہیں اُن میں سے دُعائے نور ایک اہم دُعا ہے۔ دُعا کی روایت کے معیار کا ثبوت یہی ہے کہ یہ دُعا بخاری شریف میں موجود ہے۔

آپ ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کی یہ جلالت شان اور اپنی اُمت سے حد درجہ شفقت کا نتیجہ ہے کہ اتنی باریک بینی اور وضاحت کے ساتھ یہ دُعا تلقین فرمائی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا ایک سچا اُمتی اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا مانگے گا تو اسے احساس ہوگا کہ میں اللہ تعالیٰ سے مانگ کیا رہا ہوں اور میں ـــــ میرا ماحول ـــــ میرا گھر ـــــ میرا دفتر ـــــ میری چاہتیں ـــــ میری خواہشیں ـــــ میری آرزوئیں اور ـــــ میری اُمنگیں کیا ہیں؟ شاید وہ اس اپنے طرزِ عمل پر نظر ثانی کرلے اور آپ ﷺ سے اپنے تعلق کے تقاضوں کو پورا کرنے لگے۔

(جدید علوم میں علم النفسیات کے مطابق دُعائیں جب انسان مانگتا ہے اور اپنی زبان سے ذرا بلند آواز میں کچھ الفاظ نکالتا ہے تو ایک درجے میں خود اپنے آپ کو سنا رہا ہوتا ہے اور اِسے AUTO-SUGGESTION کہتے ہیں جس کا انسان کے حواس وشعور اور لاشعور پر بھی اثر پڑتا ہے اور ربّ ذوالجلال کے ہاں خلوص و اخلاص کی بنیاد پر یہ دُعا 'برائے' غور UNDER CONSIDERATION ہی منظور ہو جائے تو اللہ تعالیٰ حالات ایسے پیدا کر دیتا ہے کہ حواس، شعور و لاشعور اور انسان کا دل و دماغ و اعضاء سب بدل جاتے ہیں) وہ خاص دُعا یہ ہے:

فجر کی نماز کے لیے جاتے وقت کی دعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ

اے اللہ، عطا کردے

فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا

میرے دل میں نور اور میری آنکھ میں نور اور میرے کان میں نور

وَّ عَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّ عَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَّ خَلْفِیْ نُوْرًا

اور میرے دائیں بھی نور اور میرے بائیں بھی نور اور میرے پیچھے بھی نور

وَّ اجْعَلْ لِیْ نُوْرًا

اور مجھے نور عطا کردے

وَ فِیُ عَصَبِیُ نُوُرًا وَّ فِیُ لَحُمِیُ نُوُرًا وَّ فِیُ دَمِیُ نُوُرًا

میرے پٹھوں میں نور اور گوشت پوست میں نور اور میرے خون میں نور

وَّ فِیُ شَعُرِیُ نُوُرًا وَّ فِیُ بَشَرِیُ نُوُرًا

اور میرے بالوں میں نور اور میری کھال میں نور (بھر دے)

وَ فِیُ لِسَانِیُ نُوُرًا وَ اجُعَلُ فِیُ نَفُسِیُ نُوُرًا

اور میری زبان میں نور عطا کر دے اور میری جان میں نور (پیدا کر دے)

وَ أَعُظِمُ لِیُ نُوُرًا وَ اجُعَلُنِیُ نُوُرًا

اور تو مجھے عظیم نور عطا فرما دے اور تو مجھے سراپا نور بنا دے

(حصن حصین، الجامع الصغیر بحوالہ بخاری، مسلم، احمد، نسائی)

یہ دُعا صبح فجر کی نماز کے لئے گھر سے سنتیں پڑھ کر نکلیں تو راستے میں مانگنے والی دُعاؤں میں آتی ہے تاہم اس موقع کے علاوہ بھی جب دل و دماغ آمادہ ہو تو یہ دُعا زبان پر آ جانی چاہیئے۔

دُعائے نور کی قبولیت

میں اور آپ اور دیگر افرادِ اُمت محمدی ﷺ میں سے کتنے یہ دُعا مانگتے ہیں اور ان مانگنے والوں میں سے کتنوں کی قبول ہوگی شاید مسلمانوں کی تعداد میں سے آج ایک لاکھ مسلمانوں میں سے ایک شخص کو یہ مقام عطا ہو جائے تو بڑی بات ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کے جسد و روح کا نورانی ہو جانا قرین قیاس ہے۔

دُعائے نور ___ اور ___ سیّدنا محمد ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا)

ہماری دُعائیں تو ہماری سیاہ بختیوں اور بد اعمالیوں اور حضرت محمد ﷺ سے بے وفائی اور ان کی نورانی سنتوں سے عدمِ التفات کی وجہ سے قبول نہیں ہو پاتیں جس کا ہمیں فکر دامن گیر ہونا چاہیئے اور اپنے سیرت و کردار میں بہتری لانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور قول و فعل کے تضاد کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اس لئے کہ ہم دُعا کچھ اور مانگیں اور عملی زندگی اس دُعا کے تقاضوں کے خلاف گزاریں تو ایک لحاظ سے ہمارے قول و فعل کا تضاد ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔

تاہم ـــــ حضرت محمد ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) جنہوں نے ہم اُمتیوں کو یہ دُعا سکھائی ہے (اور ہم گناہ گاروں پر یہ تحفہ دے کر دیگر احسانوں کی طرح ایک بڑا احسان کیا ہے) مگر آپ ﷺ نے خود بھی یہ مانگی اور ہمارے معاملات کے برعکس آپ ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کی ساری دُعائیں قبول ہوئی ہیں۔لہٰذا آپ ﷺ اس دُعا کے مصداق 'نورِ مجسم' کا مقام حاصل کر گئے ہیں اور ہمارے لئے نشان راہ چھوڑ گئے ہیں کہ 'فَاتَّبِعُوْنِیْ' اے میری اُمت ـــــ تم بھی اسی راستے میری اتباع کرو اور کامیابی سے ہمکنار ہو جاؤ۔

لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْن

قرآنِ مجید نورِ ہدایت اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ایک خاص رات لیلۃ القدر میں اُتارا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) پر ماہِ رمضان المبارک میں اُتارا۔ اس قرآنِ مجید کے ذریعے اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کے قریب آنے والوں کو ـــــ آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کو ـــــ آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھنے والوں کو 'مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْر' کے سفر طے کراتے ہیں۔وہ اللہ اس راہ پر خلوص کے ساتھ آگے بڑھنے والوں کا دوست اور ولی ہے اور یہ خوش نصیب حضرت محمد ﷺ کے ساتھی بن کر آپ کے ساتھ سفر وحضر، جہاد وتجارت، مسجد وبازار کی زندگی میں دین کے احکام سیکھتے ہیں اور بہ دل وجان اُن پر عمل کر کے صالحین سے شہداء اور شہداء سے صدیقین کے اعلیٰ درجات کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔

ان حضرات کے شوق کا یہ عالم ہے کہ آپ ﷺ کے احکام پر عمل کرتے ہیں قرآنِ مجید کو پڑھتے اس پر عمل کرتے اور اُس کے تقاضے پورے کرتے ہیں۔ جہاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جانیں دیتے ہیں۔گردنیں کٹا دیتے ہیں۔اس پر مستزاد یہ کہ اہل ایمان ظاہری طہارت کا حد درجہ اہتمام کرتے ہیں اور باطنی طہارت کے لئے کوشاں اور سرگرم رہتے ہیں۔

قرآن مجید کے بارے میں ہے کہ یہ پہلے لوحِ محفوظ میں تھا وہاں سے ایک رمضان المبارک کے دوران لیلۃ القدر میں سماء دنیا پر اُتارا گیا ـــــ پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے آپ ﷺ پر 23 سالوں میں مکمل ہوا۔

لوحِ محفوظ پر بھی اس قرآن مجید کو چھونے والے اور نگران بڑے پاکیزہ اور مقربین

فرشتے تھے۔ جو فرشتہ اس کو آپ ﷺ تک لاتا رہا وہ فرشتہ جبرئیل امین علیہ السلام ہے جو فرشتوں میں اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ پھر سماء دنیا پر اس قرآن مجید کے نگران بھی بڑے پاک فرشتے مقرر ہیں۔ دنیا میں آنے کے بعد بھی اس قرآن کو چھونے کے لئے بھی پاکیزگی ــــــ طہارت لازمی ہے۔

قرآن مجید کا ایک ظاہری چھونا ہے اس کے لئے ظاہری طہارت درکار ہے اور ایک معنوی چھونا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کے احکام و معارف پر غور کرے اور اس پر تدبر کرے۔ فرمایا گیا:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (29-38)

''یہ کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل عقل نصیحت پکڑیں''

یہ کتاب عربی مبین میں ہے اس کے معانی تک رسائی صرف عربی زبان کے چند اُصول یاد کر لینے سے اور ڈکشنری سامنے رکھ لینے سے نہیں ہوتی۔ بلکہ فرمایا گیا:

لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (79-56)

''اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں''

اس کتاب کے معانی و معارف تک رسائی وہی حاصل کرتے ہیں جو 'ظاہری' پاکیزگی کے ساتھ ساتھ باطنی پاکیزگی یعنی فکر و نظریات کی پاکیزگی کا مرحلہ طے کر چکے ہوں۔

قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے گو ــــــ اللہ تعالیٰ نے فطرتِ انسانی میں بہت سے داعیات رکھ دیے ہیں جو اس طرف صحیح رہنمائی کرتے ہیں مگر چند بنیادی تصورات ہیں جب تک وہ انسان کے قلب و ذہن پر راسخ ہو کر کندہ نہ ہو جائیں ــــــ قرآن مجید کے صحیح مفہوم اور رہنمائی کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ وہ بنیادی تصورات یہ ہیں:

☆ کائنات کا ایک سمیع و بصیر (خالق وحدہٗ لاشریک) ہے۔

☆ وہی اس کائنات کو خود چلا رہا ہے اور ہر کام اسی کی مرضی سے ہوتا ہے۔

☆ اُس نے اس کائنات میں زمین بنائی ہے آسمان بنایا ہے مخلوقات بنائی ہیں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔

☆ انسان کو نیکی بدی کی تمیز اور معرفت خداوندی کے لئے جسمانی وجود کے ساتھ ایک روحانی وجود بھی بخشا ہے۔

☆ انسان اس دنیا میں عارضی طور پر آیا ہے اور یہ عرصہ آزمائش کے لئے ہے۔ اصل زندگی مرنے کے بعد ہے جہاں انسان کو دوبارہ زندہ کر کے پوری زندگی کا حساب لے لیا جائے گا۔ وہاں نہ دوستی کام آئے گی نہ مال و دولت نہ واقفیت نہ رشتہ داری نہ حسب و نسب بلکہ صرف اعمال۔

☆ انسان کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے جو خود بڑے اعلیٰ کردار کے تھے ان پر اللہ تعالیٰ فرشتے کے ذریعے وحی بھیجتا رہا۔ زبانی وحی آئی صحیفے آئے اور کتابیں بھی آئیں۔ قرآن اسی سلسلے کی آخری کتاب ہے اور حضرت محمد ﷺ آخری پیغمبر ہیں۔

حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے احکام دوسروں تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ ان احکام پر عمل کرنے کے خود بھی پابند تھے۔ آپ ﷺ نے نمونہ (IDEAL) کی زندگی گزاری اور اب قرآن مجید کے الفاظ کی تشریح کے لئے اُسوۂ رسول ﷺ بطور دلیل موجود ہے۔

اس قرآن مجید کے اُتارنے والے نے ایمان لانے والوں کی تربیت فرمائی اور تمام مراحل سے گزار کر جس میں نماز، روزہ، ذکر و اذکار، تلاوت سے لے کر جہاد و قتال اور حکومت بنانے تک شامل ہے۔ وہ دور خلافت راشدہ کا دور ہے اور آپ ﷺ کے تربیت یافتہ ساتھیوں کے ہاتھوں اور آپ ﷺ کے دور سے متصل بعد سامنے آیا۔ لہٰذا وہ اسلام کی تاریخ اور اسلام کی عملی تعبیر کا صحیح ترین اور آئیڈیل دور ہے۔

ان تصورات اور بدیہیات کے ساتھ قرآن پڑھیں گے تو انسان اس قرآن کے جن مفہوم و معانی تک رسائی حاصل کرے گا وہی حقیقی اور صحیح ہوں گے ورنہ وہ اس قرآن مجید سے بھی بھٹک کر رہ جائے گا اور اس کے باطن کو نہیں پا سکے گا۔ اس کے حقیقی مفہوم تک رسائی کے لئے حضرت محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین کے تحت اپنے افکار و نظریات کو پرکھنا ضروری ہے یہی باطنی طہارت ہے اور فہم قرآن کے لئے ضروری و لابدی۔ یہی اس آیت کا مفہوم ہے حضرت محمد ﷺ کے فرامین، اُسوہ اور طرزِ زندگی، صحابہ کے طرزِ زندگی کو چھوڑ کر کے قرآن مجید کے حقیقی تصورات تک رسائی ممکن نہیں ہے، ہدایت نہیں گمراہی ہاتھ آئے گی۔

حصہ چہارم

☆سلام کا مفہوم
☆منافقین کا طرزِ عمل تسلیم نہیں......
☆منافقین کے کردار پر......
☆نفاق سے بچاؤ کے لئے علاج
☆منافق کے لفظ کا بدل۔
☆نفاق سے بچاؤ
☆ایک ضروری وضاحت
☆تسلیم......اورسلامِ باہمی
☆منافقین کی چیرہ دستیاں۔
☆آج
☆تسلیم کا مفہوم
☆منافقین کے لیے ایک وارننگ
☆نفاق ایک مرض ہے
☆نفاق کا تذکرہ،اہل ایمان......
☆اہل ایمان کا روّیہ
☆اللہ تعالیٰ سے جان و مال کا سودا............
☆نفاق کی قسمیں
☆منافق کی پہچان......(ب)(ج)(د)
☆......وفاداری وتسلیم کا تقاضا......
☆آج کے بے عمل مسلمانوں............
☆حضرت محمد ﷺ سے ہماری نسبت......☆ایک جزوی نصیحت
☆ایک تنبیہ
☆حضرت محمد ﷺ پر درود وسلام......

سلام

سیّدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) پر درود شریف اور صلوٰۃ وسلام کے الفاظ سنتے ہی جو الفاظ آتے ہیں یا بہت سا منظوم کلام جو سلام کے نام سے عربی، فارسی، اُردو اور پنجابی میں ملتا ہے وہ زیادہ اُن الفاظ سے ماخوذ ہے یا اس کی وضاحت ہے جو ہم نماز میں تشہد (التحیات) میں پڑھتے ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تھے تو جو الفاظ استعمال کرتے تھے وہی الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کی وفات کے بعد بھی مدینے حاضری پر مواجہہ شریف پر جا کر کہے جاتے ہیں: الصلوٰۃ والسلام علیک یارسولَ اللہ۔ مسلمانوں کے قلیل گروہ کے علاوہ اہل سنت کے درمیان اس پر اتفاق ہے۔ ہمیں بھی ان الفاظ سے اور ان کی مواجہہ شریف کے سامنے ادائیگی سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔

سلام کا مفہوم

ان سطور میں ہم ان مقدس الفاظ (اس لئے کہ التحیات میں مستعمل الفاظ تو بہر حال خالق ارض وسماء ربّ ذوالجلال سبحانہٗ وتعالیٰ کے ہیں) کے پیچھے جو مفہوم (CONNOTATION) ہے اور ان الفاظ کی زبان سے ادائیگی کے وقت انسان کے قلب و دماغ میں کیا کیفیات مطلوب ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک میں یا اس کے بعد قرونِ مشہود لہا بالخیر (یعنی وہ تین ادوار جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'خیر' سے تعبیر فرمایا ہے) میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ایک عام مسلمانوں کے ذہن میں مفہوم کیا تھا؟ اس کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں تاکہ تذکیر کے انداز میں ہم سب کے سامنے دوبارہ حقیقی پس منظر آجائے اور اگر اس میں کوئی کوتاہی ہو رہی ہو تو جلد ہی اس کی تلافی کر لی جائے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی

تسلیم کا مفہوم

سورۂ احزاب کی آیت 56 یہ ہے:

اِنَّ اللّٰـهَ وَ مَـلٰٓئِـكَتَـهٗ يُـصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

''اللہ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر دُرود بھیجتے ہیں۔اے اہل ایمان! تم بھی نبی پر درود اور سلام بھیجا کرو''

بعینہ یہ الفاظ اسی سورت احزاب میں 4 رکوع پہلے جہاں اہل ایمان کی جانثاری اور جانفشانی کا ذکر ہے، آپ ﷺ کے ساتھ وفاداری کا حق ادا کرنے کا ذکر ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اہل ایمان کے لئے آپ ﷺ کی زندگی (اس جنگ خندق کے موقع پر جو حالات درپیش ہوئے ان سے مشابہ حالات، مسلمانو! بعد میں بھی تمہیں پیش آسکتے ہیں) اور طرزِ عمل اُسوۂ حسنہ (بہترین نمونہ) ہے اور مزید فرمایا گیا کہ ان حالات میں آپ ﷺ کا استقلال پامردی اور مشکل حالات میں استقامت دیکھ کر اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ اور 'تسلیم' کے فدائی جذبات کو جلا ملی۔

لَـقَـدْ كَـانَ لَـكُـمْ فِـيْ رَسُـوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَـوْمَ الْاٰخِـرَ وَذَكَـرَ اللّٰهَ كَثِيْرًاO وَلَـمَّـا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰـذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا (33-21-22)

''تم کو اللہ کے پیغمبر (ﷺ) کی پیروی کرنا بہتر ہے (یعنی) اس شخص کو جسے اللہ (سے ملنے) اور روزِ قیامت (کے آنے) کی اُمید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو اور جب مؤمنوں نے (کافروں کے) لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے: یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ نے سچ کہا تھا اور اس سے ان کا ایمان اور تسلیم (اطاعت) اور زیادہ ہوگئی''۔

اسی 'تسلیم' کی خو کا ذکر سورۂ نساء میں بھی ہے۔ یاد رہے کہ سورۂ نساء کا زمانۂ نزول بھی 5ھ ہے۔ جنگ خندق اور سورۂ احزاب کے نزول کا زمانہ بھی اس سے متصل ہے۔

اس زمانے میں یہود کی مسلمانوں کے خلاف سرگرمیاں عروج پر تھیں جو جنگ خندق کے موقع پر انتہاء کو پہنچ گئیں، یہود کے ساتھ مسلمانوں میں سے منافقین بھی ملے ہوئے تھے۔ سورۂ

نساء میں انہیں منافقین کے کردار کی وضاحت کی گئی ہے اور ان کی بہت سی سرگرمیوں، طرزِ عمل اور رویوں سے پردہ اُٹھایا گیا ہے اور جنگ خندق کے موقع پر منافقین کے ناقابل اعتبار کردار، یہود اور دشمنوں سے رابطے اور مسلمانوں میں مایوسی پھیلانے والا طرزِ عمل کو سامنے لایا گیا ہے اور ان کے زبانی کلامی محبت رسول ﷺ کے دعووں کا پول کھول دیا گیا ہے اور اہل ایمان کے طرزِ عمل اور رویوں کے تقابل میں منافقین کے کردار پر تبصرہ کہ اہل ایمان تو اپنے ہر معاملے میں آپ ﷺ کے احکام کو فیصلہ کن سمجھتے ہیں اور ان کے مطابق عمل کرتے ہیں جبکہ منافق ایسا نہیں کرتے۔ فرمایا: یہ منافقین ہرگز مومن اور حقیقی ایمان لانے والے نہیں ہوسکتے جب تک آپ ﷺ سے 'تسلیم' اور وفاداری کا تعلق استوار نہ کریں چنانچہ سورۂ نساء میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا O(04-65)

''آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ مؤمن نہیں ہوں گے جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں''

یہاں سَلَّمَ يُسَلِّمُ سے يُسَلِّمُوْنَ کے ساتھ تَسْلِيْمًا کے الفاظ آئے ہیں جبکہ سورۂ احزاب آیت 56 میں امر کا صیغہ آیا ہے وسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کے الفاظ آئے ہیں۔

منافقین کا طرزِ عمل تسلیم نہیں ایذا رسانی تھا

سورۂ احزاب آیت 56 سے پہلے اور بعد کی آیات یہ ہیں یعنی سیاق وسباق کلام یوں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَ اللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ

اللّٰہِ عَظِیۡمًاO (53-33)

’’اے اہل ایمان! پیغمبرﷺ کے گھروں میں نہ جایا کرومگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے اور اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے لیکن جب تمہاری دعوت کی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو چل دو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھ رہو۔ یہ بات پیغمبرﷺ کو ایذا دیتی تھی۔ اور وہ تم سے شرم کرتے تھے (اور کہتے نہیں تھے) لیکن اللہ سچی بات کہنے سے شرم نہیں کرتا۔ اور جب (پیغمبرﷺ کی بیویوں سے) کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان کے دونوں کے دلوں کے لیے بہت پاکیزگی کی بات ہے اور تم کو یہ شایاں نہیں کہ اللہ کے پیغمبرﷺ کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑا (گناہ کا کام) ہے۔‘‘

اِنۡ تُبۡدُوۡا شَیۡـًٔا اَوۡ تُخۡفُوۡهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا (54-33)

’’اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اس کو مخفی رکھو تو (یاد رکھو کہ) اللہ ہر چیز سے باخبر ہے‘‘

لَا جُنَاحَ عَلَیۡهِنَّ فِیۡۤ اٰبَآئِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآئِهِنَّ وَلَا اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَامَلَكَتۡ اَیۡمَانُهُنَّ وَاتَّقِیۡنَ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدًا (55-33)

’’عورتوں پر اپنے باپوں سے (پردہ نہ کرنے میں) کچھ گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں سے اور نہ اپنے بھانجوں سے نہ اپنی (قسم کی) عورتوں سے اور نہ لونڈیوں سے اور (اے عورتو!) اللہ سے ڈرتی رہو بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔‘‘

پھر مشہور آیت ہے جس میں درود و سلام کا حکم آیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا (56-33)

’’اللہ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر دُرود بھیجتے ہیں۔ مؤمنو! تم بھی نبی پر درود اور سلام بھیجا کرو‘‘

بعد کی آیات کا مضمون یہ ہے۔

اِنَّ الَّـذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّلَهُمۡ عَذَابًا مُّهِیۡنًا (33-57)

''جولوگ اللہ اوراس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اوران کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

وَ الَّـذِیۡـنَ یُـؤۡذُوۡنَ الۡـمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَیۡرِ مَا اکۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُهۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا(33-58)

''اور جولوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے جوانہوں نے نہ کیا ہو، ایذا دیں توانہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا''

یٰۤـاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا

''اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (چہروں) پر چادر لٹکا (کر گھونگٹ نکال) لیا کریں۔ یہ امر ان کے لیے موجب شناخت (وامتیاز) ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔(33-59)

منافقین کے لیے ایک وارننگ (WARNING)

لَـئِنۡ لَّـمۡ یَـنۡتَـهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّ الۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَةِ لَنُغۡرِیَنَّكَ بِهِمۡ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوۡنَكَ فِیۡهَاۤ اِلَّا قَلِیۡلًا (33-60)

''اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور جو مدینے (کے شہر) میں بری بری خبریں اُڑایا کرتے ہیں (اپنے کردار سے) باز نہ آئیں گے تو ہم تم کو ان کے پیچھے لگا دیں گے پھر وہاں تمہارے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دن''۔

مَّلۡعُوۡنِیۡنَ اَیۡنَ مَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَقُتِّلُوۡا تَقۡتِیۡلًا (33-61)

''(وہ بھی) پھٹکارے ہوئے، جہاں پائے گئے پکڑے گئے اور جان سے مار ڈالے گئے''

سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًاO(33-62)

''جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ کی یہی عادت رہی ہے اور تم اللہ کی عادت میں تغیر و تبدل نہ پاؤ گے''۔

منافقین کے کردار پر اللہ تعالیٰ کا غضب

سورۂ نساء میں منافقین کے کردار پر چند تبصرے یہ ہیں:

وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰی مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَ اِلَی الرَّسُوۡلِ رَاَیۡتَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡکَ صُدُوۡدًا O (04–61)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہو اس کی طرف (رجوع کرو) اور پیغمبر ﷺ کی طرف آؤ تو تم منافقوں کو دیکھتے ہو کہ تم سے اعراض کرتے اور رک جاتے ہیں''

اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَالۡکٰفِرِیۡنَ فِیۡ جَہَنَّمَ جَمِیۡعَا (04--140)

''کچھ شک نہیں کہ اللہ منافقوں اور کافروں کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے''

اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ یُخٰدِعُوۡنَ اللّٰہَ وَ ہُوَ خَادِعُہُمۡ وَ اِذَا قَامُوۡۤا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوۡا کُسَالٰی یُرَآءُوۡنَ النَّاسَ وَلَا یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیۡلًا O مُّذَبۡذَبِیۡنَ بَیۡنَ ذٰلِکَ لَاۤ اِلٰی ہٰۤؤُلَآءِ وَلَاۤ اِلٰی ہٰۤؤُلَآءِ وَمَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَلَنۡ تَجِدَ لَہٗ سَبِیۡلًاO (04–142-143)

''منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ انہی کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے اور جب یہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر (صرف) لوگوں کو دکھانے کو اور اللہ کی یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم، بیچ میں پڑے لٹک رہے ہیں نہ ان کی طرف (ہوتے ہیں) نہ اُن کی طرف۔ اور جس کو اللہ بھٹکائے تو تم اس کے لیے کبھی بھی رستہ نہ پاؤ گے''۔

اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ فِی الدَّرۡکِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنۡ تَجِدَ لَہُمۡ نَصِیۡرًاO

''کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تم ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے''(04--145)

اس طرح سورۂ منافقون میں تبصرہ یہ ہے:

منافقین جہاد سے گریز کرتے تھے آسان کام کرنے پر آمادہ تھے مگر جان ہتھیلی پر رکھ کر آپ ﷺ کے ہر حکم پر عمل کرنے کے لئے ہر دم تیار رہنا یہ ان کے لئے ناممکن تھا۔ چنانچہ سورۂ منافقون میں ارشاد ہے:

اِذَآ جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ O (63-01)

سورۂ توبہ میں منافقین کے کردار کا نقشہ

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ O (09-64)

''منافقین ڈرتے رہتے ہیں کہ ان (کے پیغمبر) پر کہیں کوئی ایسی سورت (نہ) اُتر آئے کہ ان کے دل کی باتوں کو ان (مسلمانوں) پر ظاہر کردے۔ کہدو کہ ہنسی کیے جاؤ جس بات سے تم ڈرتے ہو اللہ اس کو ضرور ظاہر کردے گا''

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O (09-67)

''منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس (یعنی ایک طرح کے) ہیں کہ برے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کیے رہتے ہیں انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا۔ بے شک منافق نافرمان ہیں''

نفاق ایک مرض ہے

نفاق کو قرآن مجید میں ایک مرض اور بیماری کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا گیا کہ کچھ مسلمان اپنے طرزِ عمل میں مخلص مسلمانوں سے الگ نظر آتے ہیں

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ O فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا

يَكْذِبُوْنَ O وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَO اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ O وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَاءُ اَلَآاِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلٰكِنْ لَّايَعْلَمُوْنَO وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ O اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَO اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَO (02۔9تا16)

’’یہ اللہ کو اور مومنوں کو چکما دیتے ہیں مگر (حقیقت میں) اپنے سوا کسی کو چکما نہیں دیتے اور وہ اس سے بے خبر ہیں۔ان کے دلوں میں (کفر کا) مرض تھا اللہ نے ان کا مرض اور زیادہ کر دیا اور ان کے جھوٹ بولنے کے سبب ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ ڈالو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں، دیکھو یہ بلاشبہ مفسد ہیں لیکن خبر نہیں رکھتے۔اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح لوگ ایمان لائے تم بھی ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں بھلا جس طرح بیوقوف ایمان لے آئے ہیں اسی طرح ہم بھی ایمان لے آئیں؟ سن لو کہ یہی بیوقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو (ان سے) کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور (پیروانِ محمد ﷺ سے) تو ہم ہنسی کیا کرتے ہیں۔ ان (منافقوں) سے اللہ ہنسی کرتا ہے اور انہیں مہلت دیے جاتا ہے کہ شرارت و سرکشی میں پڑے بہک رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی خریدی تو نہ تو ان کی تجارت ہی نے کچھ نفع دیا اور نہ وہ ہدایت یاب ہی ہوئے‘‘۔

نفاق سے بچاؤ کے لئے علاج

نفاق کا مرض پیدا ہی اس لئے ہوتا ہے کہ انسان کے لئے دنیا اور دنیاوی آسائشوں کی اہمیت زیادہ ہو جاتی ہے اور آخرت پر ایمان کمزور اور وہاں کی نعمتوں کی قدر ختم ہو جاتی ہے پھر انسان موت سے ڈرنے لگتا ہے دنیاوی دوستیاں، کاروبار، رشتہ داریاں اور تعلقات زیادہ اہم اور

اپنی نفاق والی زندگی میں مگن نظر آتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس مرض کا علاج ــــــ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی نعمتوں سے محبت قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ سورۂ مجادلہ میں ہے کہ منافقین

☆ حضرت محمد ﷺ کو ستاتے ہیں اور محفلوں میں بیٹھ کر نجویٰ کرتے ہیں آپ ﷺ کے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔

☆ فرمایا یہ ہدایت سے دور نکل گئے ہیں ان پر شیطان سوار ہو گیا ہے اب اس کے شکنجے سے نکل نہیں سکتے ان کا اب ہر طرزِ عمل اور رویہ اور قول شیطان کے زیر اثر ہے۔

☆ اب یہ لوگ حزب الشیطان میں شامل ہو چکے ہیں۔

☆ حزب الشیطان کبھی کامیاب نہیں ہو گی اللہ تعالیٰ نے طے کر رکھا ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) اور اس کے رسول (سابقہ بھی اور اب حضرت محمد ﷺ) ہی کامیاب ہوں گے اور ان کے مخالف یہود ــــ مشرکین ــــ نصاریٰ ــــ منافقین سب نقصان میں رہیں گے۔

اسی طرح سورۂ توبہ میں منافقین کے لئے ایک نسخہ بتایا گیا ہے یہ ایک ٹیسٹ (TEST) ہے کہ خود کو دیکھو کہ تم حضرت محمد ﷺ کی حقیقی رفاقت کے اعتبار سے کہاں کھڑے ہو۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ O (09--24)

’’کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو تم ٹھیرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا‘‘۔

دوسرا نسخہ سورۂ نساء میں ہے۔ اور وہ یہ ہے

ان منافقین سے کردار و عمل کی مسلسل غلطیاں ہو رہی ہیں اگر انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور سچے دل سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں ــــــ تو آپ ﷺ تو دنیا میں تشریف ہی اس لئے لائے ہیں کہ راہِ حق میں مشکلات کو دور کر کے اہل ایمان کے لئے آسانیاں پیدا کریں اور نمونہ بن کر زندگی گزاریں۔ آپ ﷺ ان کو گلے سے لگاتے اُن کے زخمی دلوں پر مرہم رکھتے، مغفرت کی دُعا فرماتے تو یقینی بات ہے اللہ تعالیٰ بھی انہیں معاف فرما دیتا

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا O (04-64)

''اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے، اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور اللہ سے بخشش مانگتے اور رسولُ اللہ بھی ان کے لیے بخشش طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے''

مگر یہ بدقسمت آپ کے پاس آ کر اپنی غلطیوں کا اعتراف ہی کرنے کو تیار نہیں۔ اب ان سے توفیق ہی ختم ہو چکی ہے۔

تیسرا نسخہ سورۂ منافقوں کے دوسرے رکوع میں ہے: کہ اولاً خود بھی اور اپنی اولاد کو گھر والوں کو قرآن مجید کے سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کرنے پر لگاؤ۔ اور ثانیاً ــــــ وہ مال جو جہاد سے گریز کی راہ اختیار کر کے جمع کیا ہے اور بنایا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے خرچ کردو ــــــ اور دیکھو یہ مال تم سے چھن تو جانا ہی ہے، موت آجائے گی تو تم کہیں ہو گے تمہارا مال کہیں ہوگا ــــــ ان شاء اللہ منافقت سے شفا ہو جائے گی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُلۡهِكُمۡ اَمۡوَالُكُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ O وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ فَيَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنِىۡۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ O وَلَنۡ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفۡسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا

وَاللّٰهُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ O (63-9 تا 11)

''اے اہل ایمان! تمہارے مال اور اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردے اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ اور جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرلو اس وقت سے پیشتر کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو (اس وقت) وہ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار تو نے مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہ دی تا کہ میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا۔ اور اللہ ہرگز مہلت نہیں دیتا کسی کو جب اس کی موت کا وقت آ جائے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبر دار ہے''۔

نفاق کا تذکرہ ___ اہل ایمان کے لئے آئینہ

صحیح کہا جاتا ہے کہ تعرف الاشیاء باضدادھا یعنی قرآن پاک میں اگر منافقت کا بیان نہ ہوتا تو یقینی بات ہے کہ یک طرفہ طور پر اہل ایمان کی خوبیاں اور کمالات واضح نہ ہو سکتے۔ جیسے دن اور رات ہے دن آتا ہے تو رات کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور رات ہوتی ہے تو احساس ہوتا ہے کہ دن کی کیا اہمیت ہے۔ لہٰذا قرآن مجید نے منافقت کا ذکر فرمایا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ بلا حکمت نہیں ہے اور حکمت یہ ہے کہ اولاً اہل ایمان کو 'نفاق' کو مرض سمجھنا چاہئے جس کا شروع میں ہی علاج نہ کیا جائے تو بڑھتا چلا جاتا ہے اور پھر لا علاج ہو جاتا ہے اور اس سے بچاؤ کے جو طریقے قرآن مجید میں آئے ہیں ان پر عمل کرنا چاہئے اور مزید برآں وقتاً فوقتاً اپنے دل کو ٹٹول کر اس کا اندازہ کرتے رہنا چاہئے کہ کہیں اس میں نفاق کے مرض کی علامات تو شروع نہیں ہو رہی ہیں۔

عَنِ الْحَسَنِ: مَا خَافَهُ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا أَمِنَهُ اِلَّا مُنَافِقٌ (بخاری)

''نفاق سے وہی ڈرتا رہتا ہے جو مومن ہے اور اپنے آپ کو نفاق سے پاک صاف وہی سمجھتا ہے جو منافق ہے''۔

منافق کے لفظ کا بدل

منافق کے لفظ کے بارے میں غور کرنے سے واضح ہوا کہ اگرچہ یہ لفظ عام اُردو پنجابی

بول چال میں بھی آ گیا ہے تاہم ایک لفظ ہمارے ہاں بولا جاتا ہے اور بڑا کڑوا لفظ ہے وہ ہے ’گستاخ‘ بہت سے غور و خوض کے بعد سمجھ میں آیا کہ یہ غالباً منافق کے لفظ کا ترجمہ ہے۔ اور اس کی بنیادی دلیل بھی مجھے سورۂ احزاب میں ہی مل گئی۔

چنانچہ سورۂ احزاب میں ہے کہ جب لشکر چاروں طرف سے مدینے پر حملہ آور ہو گئے اور اُنہوں نے مدینۃ النبی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا محاصرہ کر لیا اور کرفیو کا سا سماں پیدا ہو گیا تو منافقین کے دل کا کھوٹ سامنے آ گیا اور اُنہوں نے آپ ﷺ کے خلاف زبان درازی شروع کر دی اور قرآن کے الفاظ میں ”بِاَلۡسِنَةٍ حِدَادٍ“ ان کی زبانیں آپ کے خلاف قینچیوں کی طرح چل رہی تھیں۔ یہی مضمون سورۂ نساء میں بھی ابتدائی درجے میں آیا ہے کہ جب آپ ﷺ کوئی مہم بھیجتے ہیں اور نقصان ہو جاتا ہے (جانی و مالی) تو منافق اس فیصلے کا آپ ﷺ کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ نقصان کرا دیا بلاوجہ اور بلا مشورہ مہمّیں بھیجنے سے یہی حاصل ہو گا ہم سے بھی مشورہ ہونا چاہئے وغیرہ وغیرہ۔ جب کوئی جنگی مہم جاتی ہے اور کامیاب لوٹتی ہے تو کہتے ہیں ماشاء اللہ، اللہ نے کیا کامیابی دی ہے بڑے موحدانہ انداز میں گفتگو کرتے ہیں اور اس مہم کے لئے حسن تدبیر کا کوئی کریڈٹ (CREDIT) آپ ﷺ کو دینے کو تیار نہیں ہوتے۔ یہ منافق کی پہچان ہے کہ اس کو آپ ﷺ (فداہ آباؤنا و امہاتنا) سے دشمنی ہے۔

اہل ایمان کا رویہ

مدینہ کی مہماتی زندگی اور جنگ کی کیفیت میں ایسے مواقع بار ہا آتے تھے۔ آپ ﷺ 10 سال مدینے میں رہے۔ یہ 120 مہینے بنتے ہیں اور 102 مہمّیں آپ ﷺ نے روانہ فرمائیں ان میں سے کئی مہمّیں طویل بھی تھیں جیسے سفر تبوک میں 3-4 ماہ لگ گئے اور مختصر بھی تھیں۔ ایسے مواقع پر اہل ایمان کے رویہ کا خود قرآن مجید نے تذکرہ کر دیا ہے اور منافقوں کو اہل ایمان کے درمیان سے پکڑ کر الگ کھڑا کر دیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِىِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَO (48-02)

”اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اُونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو“۔

اِنَّ الَّـذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (48-03)

”جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لیے آزما لیے ہیں ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے“۔

منافقین ان آیات کی روشنی میں خود اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لے لیں اور اپنے رویے پر خود نمبر لگا لیں اور غور کریں۔

نفاق سے بچاؤ

سورۃ توبہ میں سفر تبوک کا تفصیل سے ذکر آیا ہے اور منافقین کی سرگرمیوں کی انتہا بھی اسی سفر سے پہلے، اس کے دوران اور اس کے بعد ہوئی تھی۔ مگر اس کے برعکس اہل ایمان کا رویہ انتہائی وفاداری، اطاعت اور اتباع کا تھا۔ قرآن مجید نے اہل ایمان کے رویے کی وجہ اور دلیل بھی خود ہی بیان فرما دی ہے، ماحول ایک ہی ہے حالات کا دباؤ بھی سب پر ایک جیسا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی بھی سب کے سامنے ہے۔ قرآن مجید بھی وہی ہے مگر مخلص اہل ایمان اور منافقین کے رویے میں یہ مشرق و مغرب کا فرق کیوں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ میں اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ دراصل اہل ایمان نے اپنے جان و مال جنت کے بدلے میں اللہ کے ہاتھ سودا کر کے بیچ دیے ہیں۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ وہ ان سے جان و مال کب وصول کرتا ہے اب یہ ان کے پاس امانت ہے۔ اور دراصل یہ جان و مال ان اہل ایمان کے لئے بوجھ ہے اور فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ یہ انتظار میں ہے کہ یہ سر ـــــ راہ خدا میں کٹوا کر کب سبکدوش ہوں اور اپنے رب سے جا کر ملاقات کریں۔ ان اہل ایمان کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رویے، طرزِ زندگی، معاملات بالکل مختلف ہیں وہ آپ کے حکم سفر کے منتظر رہتے ہیں اور جان دینے کے لیے ایک

دوسرے سے سبقت کی کوشش کرتے ہیں۔ نفاق سے بچاؤ کے لئے اللہ تعالیٰ سے جنت کے سودے کا ذکر قرآن پاک میں یوں آیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (09-111)

''اللہ نے اہل ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں (اور اس کے عوض میں ان کے لیے بہشت (تیار کی) ہے یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اسے ضرور ہے اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے''۔

جبکہ ایسا شخص جس نے کلمہ تو پڑھ لیا ہے مگر دل و جان سے اللہ تعالیٰ سے معاہدہ نہیں کیا یا کیا تھا اور اب بھول گیا ہے۔ اس شخص کا طرزِ عمل ــــ اہل ایمان کے طرزِ عمل سے یکسر مختلف ہوگا۔ اسے جان پیاری ہوگی ــــ مال پیارا ہوگا اور دنیاوی زندگی، رشتہ دار پیارے ہوں گے، جہاد سے گریز کرتا ہوگا۔ اس کا ذکر سورۂ توبہ کی آیت 24 میں آیا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ O (09--24)

''کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو تم ٹھیرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا''۔

اللہ تعالیٰ سے جان و مال کا سودا

اور سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کے تقاضے

جس مردِ مومن نے بھی بہ دل و جان اللہ تعالیٰ سے جنت کا سودا اپنے جان و مال کے بدلے کرلیا ہے، اُس کا طرزِ عمل عملی زندگی میں کیسا ہوگا؟ اس کی کئی تعبیرات اور انداز ہو سکتے ہیں، (اس کا رہن سہن، معاملات، دوستیاں دشمنیاں، کاروبار سے دلچسپی، آپ ﷺ سے محبت واطاعت وغیرہ کے معاملات) مگر مجموعی طور پر اجتماعی زندگی میں اس سودے کا اثر اور آپ ﷺ سے وفاداری کے تقاضوں کو ادا کرنے کا مفہوم احادیث میں وارد ہوا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس جان و مال کے سودے کے بعد عملاً تسلیم و وفاداری کو کس طرح نبھایا اور کس کس پہلو سے نبھایا۔ ہم یہاں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی ایک روایت درج کررہے ہیں:

بَایَعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِى الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ، وَعَلَى أَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَعَلَى أَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ، وَعَلَى أَنْ نَقُولَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا، لَا نَخَافُ فِى اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ (مسلم)

”ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی کہ ہم سمع وطاعت پر کاربند رہیں گے، تنگی ہو یا آسانی، چاہے طبیعت آمادہ ہو اور چاہے طبیعت پر جبر کرنا پڑے، اور چاہے ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے، اور ہم صاحبِ امر سے نہیں جھگڑیں گے، اور ہم حق بات کہیں گے جہاں کہیں بھی ہوں، اور ہم اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے“۔

گویا ایک مخلص مسلمان کے لیے پوری زندگی میں حضرت محمد ﷺ سے ”لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ“ والی زندگی گزارنے کے لیے لائحہ عمل ــــــ اس کے علاوہ ممکن نہیں ہے جو نقشہ اس حدیث پاک میں مذکور ہوا ہے۔

ایک ضروری وضاحت

درود شریف کے حکم والی آیت جنگ خندق کے موقع پر نازل ہونے والی سورہ احزاب

میں آئی ہے جبکہ اوپر والی حدیث ــــ روایت کے مطابق بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر ہوئی تھی تو بظاہر اس میں زمانی تعارض ہے مگر درحقیقت اس میں کوئی تعارض واختلاف نہیں ہے۔

ذرا غور فرمایئے! سیّدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں۔ ان کا ایک لقب بڑا مشہور ہے جس کے الفاظ اکثر خطبات جمعہ میں پڑھے جاتے ہیں: الذی وافق رایہ بالکتاب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ اس لقب میں دراصل اشارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے کئی واقعات کی طرف ہے جب انہوں نے بحیثیت ایک غور وفکر کرنے والے انسان کے، دین کے احکام اور تقاضوں کو سوچا، خوب غور وفکر کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذکر بھی کر دیا۔ یہ رائے خلوص واخلاص پر مبنی تھی اور 'لو کان بعدی نبیا لکان عمر' کے مطابق نبوت کی شان کا عکس لیے ہوئے ایک شخص کی رائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسی کے مطابق وحی اتار دی۔ شراب کی حرمت، مسلمان عورتوں کے لیے پردہ، اذان کی ضرورت وغیرہ وغیرہ۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے مجموعی مصالح اور بہتری کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب الرائے صحابہ رضی اللہ عنہم سوچتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک بات پہنچاتے (SHARE) تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) خود اس معاملے میں کتنے متفکر اور ہمہ تن مصروف رہتے ہوں گے۔

لہٰذا اکثر باتوں میں قرآن مجید کے کسی چیز کا حکم بعد میں آیا ــــ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم 'وحی' کے ذریعے اشارہ پا کر یا خود غور وفکر کر کے پہلے ہی اس چیز کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلا رہے ہوتے تھے (پھر ہمارے ہاں ایک حدیث کی رُو سے فراست مؤمنانہ مشہور ہے تو) فراست نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ معیار اور اس کے مظاہر کے بارے میں ہمارا ذہن متوجہ کیوں نہیں ہوتا۔ دوسری بات یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک وحی قرآن کی شکل میں آتی تھی، دوسری قسم کی وحی غیر متلو ہے جسے عام طور پر حدیث سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مگر ایک تیسری قسم کی وحی جس کے اشارے قرآن مجید میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کے لیے وحی بھیجتا تھا۔ گویا قرآن مجید اور حدیث مبارکہ کے علاوہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آتی تھی۔

چنانچہ سورۂ نساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''مکہ میں تمہیں کہا گیا تھا کہ مشرکین مکہ کی

طرف سے تشدد و تعذیب کے جواب میں ہاتھ نہیں اُٹھانا جواب نہیں دینا، اب گویا کہ وہ پابندی جہاد کے حکم آنے ختم ہوچکی ہے۔'' سوال یہ ہے کہ وہ حکم کہ ہاتھ باندھے رکھو جس کی طرف قرآن اشارہ کر رہا ہے وہ قرآن پاک میں کہاں ہے؟ یہ وحی ہے جو قرآن مجید اور حدیث پاک کے علاوہ آپ ﷺ پر نازل ہوتی رہی اس کی کئی واضح مثالیں قرآن پاک میں موجود ہیں۔

اسی طرح جنگ خندق کے موقع پر ہی حکم آیا کہ اہل ایمان آپ ﷺ پر درود پڑھا کریں اور تسلیم کا رویہ اختیار کریں۔ ساتھ ہی قرآن کہتا ہے کہ اس موقع پر جب آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ اہل ایمان کے سامنے تھا اور دشمن کے لشکر آگئے تو ان کے ایمان اور تسلیم میں اور اضافہ ہوگیا۔

صاف ظاہر ہے کہ حکم آنے اور نتیجہ نکلنے کا وقت ایک ہی ہے۔ آپ ﷺ اپنی امت ـــــ اہل ایمان کو پہلے سے ان باتوں کی تربیت دے رہے تھے سمجھا رہے تھے اور اس کی تربیت کر رہے تھے کہ ایمان کا تقاضہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کلی کی جائے غیر مشروط اطاعت کی جائے زندگی کے ہر معاملے میں کی جائے اور اسی کی ایک شکل بیعت عقبہ ثانیہ کی بیعت بھی ہے گویا آپ ﷺ کی تربیت کا یہ حصہ تھا کہ اہل ایمان کی ایمان کے کلی تقاضوں کے مطابق ذہن سازی ہو تا کہ جب کوئی حکم آئے اس کے تقاضے اہل ایمان آگے بڑھ کر پورے کریں۔

گویا ـــــ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ والی روایت میں مذکورہ بیعت آپ ﷺ نے اہل ایمان کی تربیت کے لیے اور تسلیم و وفاداری و اطاعت و اتباع کے کمال کے درجے میں تقاضے پورے کرنے کے لیے لی تھی اور یہی مقصود تھا اور ایسا ہی ہوا ـــــ کہ جب جنگ خندق کے موقع پر 'تسلیم اور وفاداری' کا حکم دیا گیا تو سب اہل ایمان نے کو اس کے لیے ذہناً وقلباً اپنے آپ کو بالکل تیار پایا ماسوائے منافقین کے۔ اللھم طھّر قلوبنا من النفاق

نفاق کی قسمیں

نفاق ایک روگ ہے اور اس کا علاج ضروری ہے تو اس کی پہچان اور قسمیں جاننا بہت ضروری ہے اور صرف منافق ہی آپ ﷺ کے ساتھ وفاداری کا تعلق نہیں رکھتا۔

منافق کئی قسم کا ہوتا ہے۔ چند مثالیں برائے تفہیم وذاتی تشخیص درج ذیل ہیں:

نفاق کی دو قسمیں بڑی واضح ہیں:

❶ اعتقادی نفاق ❷ عملی نفاق

اعتقادی نفاق یہ ہے کہ انسان مسلمان ہی جھوٹ موٹ کا بنے لہٰذا ظاہراً ایسا شخص مسلمانوں کے سارے شعائر بجالائے گا مگر دل میں مسلمان نہیں تو وہ منافق ہی رہے گا۔ سرحدی علاقہ جات میں دشمنوں کے جاسوس آتے ہیں بھارتی جاسوس ہماری سرحد کے اندر آ کر یا سرحدی شہروں میں یا بڑے شہروں میں آ کر جاسوسی کرتے ہیں، وہ لوگ سرتاپا مسلمان ہی نظر آئیں گے مگر جب دو چار سال بعد واپس ڈیوٹی ختم کر کے جائیں گے تو کافر کے کافر ہی رہیں گے اس کی بھی بے شمار مثالیں ہیں ستمبر 65ء کی جنگ کے بعد لاہور اور واہگہ کے درمیان تفتیش سے کئی امام مسجد پکڑے گئے جو غیر مسلم تھے جاسوس تھے مسلمانوں کا روپ دھار کر امامت کرا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔ آمین

اعتقادی نفاق کی ایک مثال سورۂ آل عمران میں یہود کی سازش کی شکل میں بیان کی گئی ہے کہ کچھ یہودی منصوبے کے تحت صبح کو مسلمان ہو جاتے اور شام کو مرتد، تاکہ عام مسلمانوں کو اپنے دین کے بارے میں شکوک وشبہات مبتلا کر سکیں۔

عملی نفاق یہ ہے کہ انسان کہنے کو تو مسلمان کہلائے اور مسلمانوں والے کام کرے مگر بعض کام ایسے کرے جو ابتدائے درجے میں تو ضعیف الایمان ہونے کی نشانی ہے مگر مسلسل یہی کیفیت رہے اور بڑھتی رہے تو نفاق بن جاتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ منافق کی چار نشانیاں ہیں جس میں چاروں باتیں ہوں وہ خالص یا کٹر اور صد فی صد منافق ہے جس میں تین نشانیاں وہ 3/4 حصے منافق ہے جس میں دو نشانیاں ہوں وہ آدھا منافق ہے اور جس میں ایک نشانی ہو وہ بھی 1/4 حصہ منافق ہے۔ اگرچہ وہ آدمی نماز پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو، سینہ پر ہاتھ رکھ کر دعویٰ کرتا ہو کہ وہ مسلمان ہے، مگر وہ منافق ہے۔

وہ چار نشانیاں یہ ہیں: (1) بات کرے جھوٹ بولے (2) وعدہ کی خلاف ورزی کرے (3) امانت میں خیانت کرے (یاد رہے کہ آج کل سیاست دانوں کے پاس فنڈز بھی امانت ہوتے ہیں، نوکریوں کے کوٹے بھی امانت ہوتے ہیں، سرکاری عہدے بھی امانت ہوتے ہیں

وغیرہ وغیرہ)(4) اختلاف ہوجائے تو گالم گلوچ پر اُتر آئے۔

حدیث پاک کا متن یہ ہے:

أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا أَوْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْ أَرْبَعَةٍ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (بخاری عَنْ بْنِ عَمْرٍو)

عملی نفاق کی ایک بدترین شکل یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ کرے کہ اے اللہ! تو مجھے نعمتیں دے، مال دے، عزت دے، عہدہ دے، وزیراعظم بنادے میں یہ کروں میں یہ کروں۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز دے دے اور وہ شخص اپنے وعدے کو بھول جائے تو یہ ایسا نفاق ہے کہ قیامت تک اس کے دل سے نہیں نکل سکے گا۔ سورۂ توبہ میں ارشاد ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (09-75 تا 77)

"اور ان میں بعض ایسے ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہم کو اپنی مہربانی سے مال عطا فرمائے گا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے اور نیکوکاروں میں ہو جائیں گے۔ لیکن جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے (مال) دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور (اپنے عہد سے) روگردانی کر کے پھر بیٹھے تو اللہ نے اس کا انجام یہ کیا کہ اس روز تک کے لیے جس میں وہ اللہ کے روبرو حاضر ہوں گے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اس لیے کہ انھوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے"۔

نفاق کا مرض انسانی کمزوری ہے۔ آخرت کی کامیابی کی خواہش رکھنا مگر اس کے تقاضے نہ پورے کر سکنا یہ تضاد انسانی شخصیتوں میں عام ہے۔ خواہشات اور ارادے اونچے مگر عمل اور تیاری نہیں ہے۔ بقول شاعر:

ے غم آرزو کا حسرت سبب اور کیا بتائیں
میرے شوق کی بلندی میری ہمتوں کی پستی

معاشرے میں افراد کی کثیر تعداد اسی طبقہ میں ہوتی ہے۔ نفاق ایسا مرض ہے جس ذکر قرآن پاک میں ہے اور آپ ﷺ کے زمانے میں تھا۔ جنگ اُحد کے موقع پر آپ ﷺ 1000 افراد لے کر دشمن کے مقابلے کے لیے نکلے مگر 300 افراد راتوں رات واپس مدینے چلے گئے گویا ایک ہزار میں سے تین سو یعنی 30% —— آج اس کا تناسب کیا ہوگا یہ مسئلہ اُمت کے زعماء کے لیے غور طلب بات ہے۔

تسلیم اور وفاداری ــــ نفاق ــــ اور سلامِ باہمی

ایک انسان سے اللہ تعالیٰ کا تقاضا یہی ہے کہ وہ خالق و مالک و رب (پالنے والا) ہونے کے ناطے ہمارا آقا ہے۔ لہٰذا وہ مطالبہ کرتا ہے اور ہمیں اس کی بندگی (اطاعت) محبت کے ساتھ کرنی ہے۔ یہی تقاضا عملاً اللہ تعالیٰ خود آ کر نہیں کرتا بلکہ تاریخ گواہ ہے اس نے اپنے برگزیدہ بندے بھیجے جو بڑے پاکیزہ کردار کے مالک تھے اور لوگوں سے مطالبہ کرتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہیں اور اللہ اپنے بندوں سے یہ یہ مطالبہ کرتا ہے وہ خود بھی ان مطالبات (اللہ تعالیٰ کے احکام) کی پیروی و اطاعت کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اسی کی دعوت دیتے تھے۔ لوگ نہیں مانتے تھے تنگ کرتے تھے مگر وہ کسی اُجرت کے بغیر اسی کام کو کرتے رہے بعض پیغمبروں علیہم السلام پر بہت لوگ ایمان لائے بعض پر کم لوگ۔ ان میں سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام تھے اور آخری ہمارے آقا سیّدنا حضرت محمد ﷺ (فداہ آباؤنا و امہاتنا) ہیں۔ جن کا دورِ نبوت و رسالت ابھی چل رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کس طرح کرنی ہے، ایک انسان وہ کام کیسے بجا لائے گا؟ یہ پیغمبر علیہ السلام خود جب اس پر عمل کرتے تھے تو وہ عملی طریقے اُمت کے لئے سنت رسول علیہ السلام کہلاتی تھی اور کہلاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا واحد طریقہ اتباعِ رسول ﷺ ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ اللہ کا حکم سن کر کہ نماز پڑھو، انسان خود کوئی طریقہ ایجاد کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے تو یہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے انہی احکام میں سے دین پر عمل کرنا دوسروں کے

لئے نمونہ بن کر زندگی گزارنا ہے جسے عبادتِ ربّ اور دین کے لئے ’گواہ‘ بننے کا نام دیا گیا ہے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں گواہ ہیں اور قرآن مجید، فرامین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر شہادتیں ہیں کہ عبادات کے علاوہ دین کے لئے جان و مال لگا کر دین کو زندہ رکھنا بلکہ غالب کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا منشا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں میں شامل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کچھ کر کے دکھایا۔ جنگیں کیں، لڑائیاں لڑیں، جان و مال کی قربانی دی اور دین کو غالب کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کا دور ـــــــ اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔

عام انسان تساہل پسند اور بغیر کام کیے ـــــــ اجر لینے، اُجرت لینے اور نیک نامی لینے کے عادی اور خواہش مند ہوتے ہیں۔ جبکہ تجربہ گواہ ہے کہ تھوڑے لوگ ہی اپنی یہ ذمہ داریاں ادا کر کے سرخرو ہوتے ہیں اور اس کے لئے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کے مطابق آگے بڑھ کر ہر دور میں دین غالب ہے تو اس کو قائم و زندہ رکھنا اور مغلوب ہے تو غالب و نافذ کرنے کی محنت کرتے ہیں اور دوسرے کے لئے راستہ دکھانے والے، نمونہ، گواہ TREND SETTERS یا IDEAL اور پسند شخصیات کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔

دین کے تقاضوں سے گریز کرنے والے لوگ اپنی بے عملی کو براہ راست ظاہر نہیں کرتے بلکہ مجبوریوں، پریشانیوں مشکلات اور مسائل میں لپیٹ کر قابل قبول بنا کر اپنے سے بڑوں (والدین، پیر، اُستاد، اکابرین، امیر جماعت یا حکمران) کے سامنے پیش کرتے ہیں ان میں بعض کا تو صرف ضعیف الایمان ہونے کا مسئلہ ہوتا ہے ان کے لئے علاج اور اصلاح کا عمل آسان اور سادہ ہوتا ہے جبکہ ایک بڑی تعداد بدنیت لوگوں کی ہوتی ہے، جو وقت کے ساتھ ساتھ طے کر لیتے ہیں کہ عمل بھی نہیں کرنا مگر لاتعلق (دین سے کٹنا) بھی نہیں۔ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں بھی تھے اور اُحد کے موقع پر 700 بمقابلہ 300 تھے اور آج ہمارے معاشرے میں بھی یہ مرض عام ہے پھر ہم فرقہ واریت کا شکار ہیں جس کو (بعض اس مزاج کے) لوگ اپنے لئے پناہ گاہ سمجھتے ہیں اور اپنی بدعملی کے جواز کے لئے پناہ گاہ بنا لیتے ہیں اس کے باوجود دین نے ان سے نمٹنے، معاملہ کرنے اور اس سے تعلقات کو محدود کر دینے کی وضاحت فرمائی ہے۔

اس مزاج کے لوگوں کے لئے ـــــــ جو ان میں آگے ہوں، نمایاں ہوں اور

لیڈر شپ کے مقام پر ہوں ان کے لئے قرآن مجید نے منافق کی اصطلاح استعمال کی ہے (جو صاف ظاہر ہے اس نام سے تو صرف آپ ﷺ کے دورِ مبارک میں ہی قابل عمل تھی)۔

عملاً یہ مسئلہ آج بھی اُمت مسلمہ کا ہے اور اُمت کے اکابرین اور ہر مسلک کے مخلص علماء اس اہم مسئلے سے غافل نہیں ہوتے اس لئے کئی چھوٹی جماعتیں اپنے ساتھیوں اور مخلصین کے لئے مخصوص نشانات ٹوپی کا سٹائل، پگڑی کا سٹائل، انگوٹھی کا سٹائل، داڑھی کا سٹائل وغیرہ وغیرہ کا راستہ اختیار کر لیتی ہیں اور اپنا تحفظ کرتی ہیں۔

ہمارے لئے چونکہ نمونہ اور کامل رہنمائی اور مشترک رہنمائی اللہ کے پیغمبر سیّدنا حضرت محمد ﷺ کے فرامین اور ارشادات اور عملی نمونہ (اُسوۂ حسنہ) میں ہے لہٰذا اس کی روشنی دیکھتے ہیں۔

دورِ نبوی ﷺ میں مخلص مسلمان اور منافق کی دو اصطلاحات تھیں۔ آج چونکہ ختم نبوت کی وجہ سے وحی کا دروازہ بند ہے اور کوئی شخص حتمی طور پر کسی پر نفاق اور منافق کا لیبل نہیں لگا سکتا۔ علماء مشرک کا فتویٰ دے کر بھی ساتھ لکھتے ہیں واللہ اعلم۔

نفاق دل کی بات ہے اور دل میں اُتر کر کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ لہٰذا آج کی اصطلاح باعمل مسلمان یا حقیقی مسلمان جن کے لئے قرآن 'مومنین' کی اصطلاح بیان کرتا ہے اور قانونی مسلمان یعنی ایسے مسلمان جو اقرارٌ باللسان کے ساتھ تصدیق بالقلب کرتے ہیں اور عمل کے میدان میں بھی آگے ہیں اور ایسے مسلمان جو صرف اقرارٌ باللسان کرتے ہیں اور عمل میں پیچھے ہیں (تھوڑے یا زیادہ)

آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں منافق کی پہچان ___ سلام نہ کرنا

آپ ﷺ نے اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک معیار قائم فرما دیا، حکم دے دیا کہ مسلمان آپس میں جب ملیں تو سلام کریں۔ یہ حکم قرآن مجید میں آیا ہے اور اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

☆ سب سے پہلے ایک فرمانِ رسالت ﷺ سامنے رکھیں

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، (مسند احمد، عن انس رضی اللہ عنہ)

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کی اذیت) سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں''

☆ ایک دوسرا ایمان افروز فرمانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ

اَلْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ (ایضاً)

''مؤمن وہ ہے جس سے لوگ خوف زدہ نہ ہوں''

یاد رہے کہ ہمارے دین میں مسلمان اور مومن کی دو بنیادی اصطلاحات سلامتی اور امن سے بنی ہیں۔ سلامتی سے مسلم اور امن سے مومن کا لفظ بنتا ہے۔

☆ جنت میں اہل ایمان کا آپس میں چلتے وقت کلمہ سَــلام سَــلام ہوگا اور اللہ تعالیٰ بھی سلام فرمائے گا پھر سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سلٰم علی نوح فی العلمین ...... سلم علی موسی و ھارون وغیرہ فرماتے ہیں۔ فرشتے آئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مخاطب ہوئے تو کہا سلام۔ قال سلمٌ (11-69)

☆ سورۂ نساء میں فرمایا:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا (04-86)

''اور جب تمہیں کوئی دُعا دے (جواب میں) تم اس سے بہتر (کلمے) سے (اسے) دُعا دو یا انہیں لفظوں سے دُعا دو''۔

یعنی اے مسلمانو! جب تم آپس میں ملو تو یونہی بے رُخی سے نہ گزر جاؤ بلکہ ایک دوسرے کو سلام کرو اور اس میں احسان کی روش اور خوبی کی کوشش کرو۔ سلام میں پہل کرو دوسرے کے سلام سے اضافہ کر کے جواب دو وغیرہ وغیرہ۔

☆ سلام مسلمان اُمت کی پہچان بن گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں جو اہل ایمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے تو نماز کی فرضیت (واقعہ معراج) کے بعد یقیناً السلام علیک ایھا النبی کے الفاظ میں سلام کہتے ہیں۔

☆ اہل ایمان خلوص سے یہ الفاظ ادا کرتے تھے اور منافقین کسی اور انداز سے یہی الفاظ کہتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس منافقانہ طرزِ عمل کا نقشہ ایک سے زیادہ جگہ کھینچا گیا ہے۔

(ا) سورۂ بقرہ (زمانۂ نزول 2ھ) میں فرمایا کہ اہل ایمان اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں ہوتے اور کوئی بات سمجھ نہ آتی تو عرض کرتے 'راعِنا' (ہمارا خیال فرمائیں اور دوبارہ ارشاد فرمائیں) جبکہ

منافقین اس لفظ کو بگاڑ کر 'رَاعِینَا' کہتے جس کے معنی ہیں (اے ہمارے چرواہے) (نعوذ باللہ)
ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (02-104)

''اے اہل ایمان! (گفتگو کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے) رَاعِنَا نہ کہا کرو اُنْظُرْنَا کہا کرو اور خوب سن رکھو اور کافروں کے لیے دُکھ دینے والا عذاب ہے''۔

(ب) منافق آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اہل ایمان کو سلام نہیں کرتے تھے

منافقین کو یہ شرارت یہود نے سکھائی تھی۔ چنانچہ سورۂ نساء میں ارشاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مدینہ کے ابتدائی سالوں جب یہود آپ کے پاس کسی محفل میں ہوتے تو بدنیتی سے گفتگو کرتے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (04-46)

''اور یہ جو یہودی ہیں ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہے کہ کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور نہیں مانا اور سنئے نہ سنوائے جاؤ اور زبان کو مروڑ کر دین میں طعن کی راہ سے (تم سے گفتگو کے وقت) رَاعِنَا کہتے ہیں اور اگر (یوں) کہتے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور (صرف) اِسْمَعْ اور (رَاعِنَا کی جگہ) اُنْظُرْنَا (کہتے) تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور بات بھی بہت درست ہوتی، لیکن اللہ نے ان کے کفر کی سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے۔تو یہ کچھ تھوڑے ہی ایمان لاتے ہیں''۔

عین یہی طرزِ عمل وقت کے ساتھ منافقین مدینہ نے اختیار کرلیا۔

(ج) منافقین کا رویہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنا

منافقین جب آپ ﷺ کی محفل میں آتے تو نہ سلام کہتے اور نہ بات سنتے بلکہ محفل میں گروپ بنا کر بیٹھتے اور آپ ﷺ کی گفتگو پر ساتھ ساتھ تبصرے کرتے جاتے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ (47-23)

''یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ان (کے کانوں) کو بہرہ اور (ان کی) آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے (کہ اب ہدایت نہیں مل سکتی)''

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ......(47-24)

''بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں''

یہود اور منافقین کے رابطے آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے قائم ہو گئے تھے۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ (47-26)

''یہ اس لیے کہ جو لوگ اللہ کی اُتاری ہوئی (کتاب) سے بیزار ہیں ان سے کہتے ہیں کہ بعض کاموں میں ہم تمہاری بات ہی مانیں گے اور اللہ ان کے پوشیدہ مشوروں سے واقف ہے''

وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ (47-30)

''اگر ہم چاہتے تو وہ لوگ آپ (ﷺ) کو دکھا بھی دیتے اور آپ (ﷺ) ان کو ان کے چہروں ہی سے پہچان لیتے اور تم انہیں اُن کے اندازِ گفتگو ہی سے پہچان لو گے اور اللہ تم سب کے طرزِ عمل سے واقف ہے''

(د) مسلمانوں کے باہمی سلام کی اہمیت

اسی دوران ایک جنگ کے موقع پر مسلمانوں نے کسی بستی پر حملہ کیا (سمجھا کہ یہ کافروں

کی آبادی ہے) مگر کچھ لوگ اپنا سامان وغیرہ الگ کر کے کھڑے ہوگئے اور مسلمانوں کو ’سلام‘ کہا جس سے مسلمانوں کو غلط فہمی ہوئی کہ یہ جان بچانے کے لئے کہہ رہے ہیں۔اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ فرمائی گئی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡٓا اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوۡا وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ اَلۡقٰۤی اِلَیۡکُمُ السَّلٰمَ لَسۡتَ مُؤۡمِنًا تَبۡتَغُوۡنَ عَرَضَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا فَعِنۡدَ اللّٰہِ مَغَانِمُ کَثِیۡرَۃٌ کَذٰلِکَ کُنۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ فَمَنَّ اللّٰہُ عَلَیۡکُمۡ فَتَبَیَّنُوۡا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا(04-94)

’’مومنو! جب تم اللہ کی راہ میں باہر نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرو سو اللہ کے نزدیک بہت سے غنیمتیں ہیں تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو (آئندہ) تحقیق کر لیا کرو اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ کو سب کی خبر ہے‘‘

یاد رہے کہ اس آیت کا سیاق وسباق آیت قتل خطا اور قتل عمد کے تذکرے اور سزا پر مشتمل ہے۔گویا ___ یہ بات سامنے آ گئی کہ سلام اہل ایمان کی پہنچان ہے جبکہ منافقین اس پہچان کو پوری طرح اختیار کرنے کو تیار نہیں تھے۔

منافقین کی چیرہ دستیاں

ان حالات کے تسلسل میں جنگ خندق کا مرحلہ پیش آ گیا منافقین اور اہل ایمان جو اب تک ملے جلے رہتے تھے (مگر اندر سے ایک دوسرے سے واقف تھے) کی پہچان واضح ہوگئی منافقین کا آپ ﷺ کو ستانا اور اہل ایمان کو پریشان کرنا حتیٰ کہ اہل ایمان کی خواتین کو تنگ کرنا بھی ان کا وطیرہ بن گیا۔یہاں تک کہ ان کی زبان درازی اور ایذاء رسانیوں سے آپ ﷺ کی شخصیت بھی محفوظ نہ رہ سکی اور اُنہوں نے ایک موقع پر آپ ﷺ کے خلاف بھی ایک فرضی واقعہ (SCANDAL) کو ہوا دے دی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی میں دیر ہو جانے پر بہتان تراشی کر دی جس سے آپ ﷺ کو شدید صدمہ پہنچا اور سوائے خاموشی کے

چارہ نہیں تھا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں یہ واقعہ ذکر فرمایا اور حقیقت کھول کر دکھ دی کہ کن منافقین نے یہ منصوبہ گھڑا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بریت کا اعلان بھی ہوا اور بعض دیگر اُصولی باتیں بھی سامنے آگئیں۔ اس موقع پر درود و سلام والی آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (33-56)

''اللہ اور اس کے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر دُرود بھیجتے ہیں۔ اے اہل ایمان! تم بھی نبی پر درود اور سلام بھیجا کرو''

یہاں اہل ایمان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل وفاداری، تسلیم و اتباع کا تقاضا کیا گیا جس کا اہل ایمان نے حسب توقع مثبت جواب دیا اور ان کا ایمان اور تسلیم پہلے سے بھی بڑھ گئی ـــــ مگر منافقین اپنی شرارتوں اور چیرہ دستیوں سے باز نہ آئے۔

مگر سورۂ احزاب کے نزول سے مسلمانوں میں منافقین کو پہچاننے کی ایسی باطنی بصیرت پیدا ہوگئی کہ اب ان کا اپنی چالوں میں چھپنا پہلے کی طرح آسان نہیں رہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری و تسلیم کا تقاضا ـــ اور آج کا مسلمان

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں یہ معاملہ چلتا رہا حتیٰ کہ سورۂ توبہ میں منافقین کا معاملہ اپنے منطقی انجام کو پہنچا۔ اور ختم ہوگیا اس لئے کہ جنگ خندق کے فوراً بعد ـــــ بنی قریظہ کو مدینے سے نکال دیا گیا۔ بنی قینقاع اور بنی نضیر پہلے ہی جنگ بدر اور جنگ اُحد کے موقع پر بے عہدی کی بنا پر جلاوطن کئے گئے تھے۔

یہ سب قبائل خیبر میں جا کر آباد ہوئے مگر صلح حدیبیہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 7ھ میں خیبر پر حملہ کرکے خیبر فتح کرلیا۔ اور یہود کو وہاں سے بھی دور دھکیل دیا اور آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا چنانچہ اس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ آباؤنا وامہاتنا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی کے دورِ مسعود میں عمل درآمد ہوا اور یہود و نصاریٰ کی آبادیاں سرزمین عرب سے ختم کردی گئیں۔

☆ یہود کے اخراج سے منافقین کی پشت پناہ قوت ختم ہوگئی اور یہ سازش آہستہ آہستہ دم توڑ گئی۔

☆ خلافت راشدہ مجموعی طور پر اسلام کے غلبہ اور فتوحات کے غلغلہ کی وجہ سے مسلمانوں کو ان سازشوں نے کوئی بڑا نقصان نہیں پہنچایا۔۔۔۔۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشاجرات کے بعد اُمت جمع ہوگئی۔

☆ بعد کے حالات میں جب تک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے افراد اور ان کے تربیت یافتہ افراد رہے اُمت میں یہود کی سازشیں ناکام ہوتی رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

''بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ جو اس کے بعد ہے پھر وہ جو اس کے بعد ہے''

☆ مگر ان تین بابرکت ادوار کے بعد جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔۔۔۔۔ مسلمانوں میں یہود کی سازشیں پھر سے جنم لینے لگیں اور اہل علم جانتے ہیں کہ آج تک چلی آرہی ہیں۔ مگر بے برکتی اس لئے رہی کہ اس میں جتنی کوششیں اسلام کے غلبے کی ہونی چاہئیں تھیں اور اسلام کو زندہ رکھنے کی جدوجہد ہونی چاہئے تھی وہ کماحقہ، نہیں ہوسکی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کی تاریخ میں مجددین اُمت کا ذکر فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَبۡعَثُ لِھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ عَلٰی رَأۡسِ کُلِّ مِأَۃِ سَنَۃٍ مَنۡ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیۡنَھَا (ابوداؤد، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

''بے شک اللہ تعالیٰ بھیجتا رہے گا اس امت کے لیے ہر سو سال پر ایسا شخص جو اس کے لیے اس کے دین میں تجدید کردے گا''

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی کہ میری اُمت میں اسلام کے احیاء اور بقاء کے مجددین اور رجالِ دین آتے رہیں گے اور اُمت کی بہتری اور رہنمائی کے ساتھ ساتھ دین کی حفاظت وتبلیغ کا کام بھی ہوتا رہے گا اور اسلام کے لئے جدوجہد بھی جاری رہے گی جہاد بھی جاری رہے گا۔

آج

کے مسلمان دو حصوں میں منقسم ہیں

ایک باعمل مسلمان ہیں جو:۔

☆ شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر احساس رکھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

☆ ہم پر دین اسلام کے کچھ تقاضے اور دینی فرائض ہیں۔

☆ ان فرائض کی ادائیگی کے لئے یعنی اسلام کو زندہ رکھنے اور اسلام کے غلبے کی جدوجہد میں غیر مسلم طبقوں اور مسلمانوں کے اندر سے دشمنوں سے ملے ہوئے لوگوں سے نبرد آزما ہیں۔

☆ نماز کا اہتمام کرتے ہیں مسلمانوں کے قبلہ کو قبلہ سمجھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں حج کرتے ہیں رمضان المبارک کے روزے رکھتے ہیں۔

☆ عملی ذاتی زندگی میں گھریلو سطح پر اور کاروباری سطح پر دین کے احکام پر عمل کی کوشش کرتے رہے ہیں حلال کماتے ہیں گھر میں شرعی پردہ ہے بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں مخلوط محفلوں سے اجتناب کرتے ہیں یہ مخلص مسلمان ہیں اور دین کے غلبہ کی جدوجہد میں کسی اجتماعیت میں بھی شریک ہیں اور اسی رویے کو آج لوگ آپ ﷺ کی غلامی سے تعبیر کرتے ہیں۔

☆ یہ لوگ نماز پڑھتے ہیں درود شریف پڑھتے ہیں اور سلام بھی پڑھتے ہیں یہ سلام ان کا آپ ﷺ کو پیش کر دیا جاتا ہے (یاد رہے کہ فقہ حنفی کے مطابق 48 رکعتیں اور 25 مرتبہ تشہد بنتا ہے جس میں 25 مرتبہ سلام کہا جاتا ہے) اور 17 آخری تشہد بنتے ہیں جس میں (17 x 2 = 34) مرتبہ صلوٰۃ یا درود پڑھا جاتا ہے۔

☆ مدینہ حاضری ہو تو مواجہہ شریف پر خود آپ ﷺ کو اپنی وفاداری کا یقین دلاتے ہیں اور کوئی مدینے کا مسافر مل جائے اور اس سے بھی عرض کرتے ہیں کہ میرا سلام آپ ﷺ تک پہنچا دینا۔

دوسرے بے عمل مسلمان ہیں جو:۔

☆ صرف نام کے مسلمان ہیں۔ شاذ نماز روزہ کا اہتمام کرتے ہیں حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے دور ہیں۔

☆ دین کے تقاضوں کا شعور ہی نہیں۔

☆ گھریلو زندگی اور نجی سطح پر، کاروباری سطح پر سارے رویے دین سے ہم آہنگ نہیں۔

☆ یہ مسلمان پنج وقتہ نماز نہیں پڑھتے گویا ان کی زندگی آپ ﷺ پر صلوٰۃ اور سلام سے یکسر خالی ہے۔ جس نے زندگی میں کبھی ایک بھی نماز پڑھی ہے (اللہ بھلا کرے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہ ان کے نزدیک) یعنی ایک دفعہ درود اور سلام پڑھنے والا بھی مسلمان ہے۔

آج کے بے عمل مسلمانوں کی بعض سرگرمیاں رسول اللہ ﷺ کے دور کے منافقین جیسی ہیں

آپ ﷺ (فداہ آباؤنا وامہاتنا) کے دورِ بابرکت میں بعض وہ سرگرمیاں جن میں ملوث ہونے کی وجہ سے بعض مسلمان اور کلمہ گو منافق کہلائے اور پھر دوسرے منافقین کی صحبت سے آگے بڑھتے رہے اور نفاق میں پختہ ہوگئے۔ یہ منافقین ـــــــ ایک مرحلہ میں آپ ﷺ کو ذاتی طور پر ستاتے اور ایذا رسانی کا باعث بنتے تھے ان کی سرگرمیوں اور دلچسپیوں سے آپ ﷺ کو اور اہل ایمان کو سخت کوفت ہوتی تھی جس کے پس منظر میں درود شریف کا حکم آیا اور مخلص اہل ایمان کو آپ ﷺ سے عہد وفاداری نبھانے اور تسلیم کی روش اختیار کرنے کا حکم ہوا اور منافقین کو تنبیہ ہوئی۔

اسی طرح آج کے بعض بے عمل مسلمان دین سے اور نیک اعمال والی زندگی سے تو دور ہیں ہی، اپنی بعض مسلم دشمنی پر مبنی سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمانوں کو ستاتے ہیں ان کو ایذاء پہنچاتے ہیں دکھ دیتے ہیں اور ان کی اسلام دشمن اور وحی بیزار دین بیزار سرگرمیوں سے مسلمانوں کو سخت کوفت ہوتی ہے۔

احادیث میں ہے کہ جب مخلص اہل ایمان کی طرف سے 'صلوٰۃ وسلام' کے تحفے آپ ﷺ کو پیش کیے جاتے ہیں تو آپ ﷺ اپنی اُمت کی طرف سے خوش ہوتے ہیں اور یقیناً جب بعض ناہنجار اور بے عمل کلمہ گو مسلمانوں کی طرف سے اسلام دشمنی اور مسلم کُش سرگرمیوں کی اطلاع آپ کو ہوتی ہوگی تو اہل ایمان کی طرح، آپ ﷺ کو اہل ایمان کی خوشی کے برعکس کوفت ہوتی ہوگی۔

دورِ حاضر میں بعض مسلمانوں کی وہ سرگرمیاں جو منافقین کے سے طرزِ عمل پر مبنی ہیں اور آپ ﷺ اور مسلمانوں کی کوفت اور ایذا رسانی کا باعث بنتی ہیں............ان میں سے چند بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

☆ مختلف ایجنسیز کا ایجنٹ بن جانا

مختلف ایجنسیز کا ایجنٹ بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کا اپنا مقصد اور مشن نہیں ہے بلکہ یہ لوگ کسی فیس، معاوضہ یا معاہدہ (CONTRACT BASIS) پر دوسروں کو مسلمانوں کے اندر کی معلومات فراہم کرنے کا کام کرتے ہیں۔ ان کو منافقین کے ضمن میں ''سَمّٰعُونَ لِقَوۡمٍ آخرین''یعنی 'دوسرے کے لئے سننے والے' کہا گیا ہے یعنی سن کو دوسروں کو رپورٹ کر دینا اور بعض دفعہ اپنی طرف سے اس میں نمک مرچ لگا کر خبر یا رپورٹ کو نمایاں اور جاندار بنا دینا اس قسم کی سرگرمیوں میں آج کے مسلمانوں میں سے بے شمار ملوث ہیں۔ تمام NGO's اسی مکروہ دھندے اور 'لذیز گناہ' میں سرتا پا ڈوبے ہوئے ہیں۔ بعض میڈیا پرسن، بعض صحافی، بعض قلمکار، بعض مصنّفین، بعض پرنٹرز پبلشرز، بعض اعلیٰ سرکاری عہدیدار بعض اپنے نام سے اسی مشن پر لگے ہوئے ہیں اور بعض فرضی نام سے کر رہے ہیں۔

وفاقی سیکرٹری لیول کے بعض لوگ اپنی بیگمات اور گھر والوں کے نام پر NGO's بنا کر چلا رہے ہیں اور سرکاری/ غیر سرکاری راز اور اپنے ہم وطن مسلمانوں کی سرگرمیاں ـــــــ چند ٹکوں (ڈالروں) کے عوض ''ثَمَنًا قَلِيلًا'' کے انداز میں بیچ رہے ہیں۔ غیر ملکی ایجنسیوں کے دوسرے ایجنٹ اس پر مستزاد ہیں۔ چند سال پہلے پریس میں خبر آئی تھی کہ پاکستان کا ہر پانچواں آدمی کسی نہ کسی لحاظ سے غیر ملکی ایجنسی کا ایجنٹ ہے یعنی 20% کے لگ بھگ پاکستانی اس شعبے سے متعلق ہیں۔ یا حسرتا ـــــــ افسوس

☆ عوام کو تفریح کے نام پر دین مخالف سرگرمیوں میں لگانا

یہود اور منافقین مدینہ ایسی محفلیں لگاتے تھے اور ڈیروں اور دیگر اجتماعات میں بیٹھ کر ایسی باتیں کرتے تھے جس میں حضرت محمد ﷺ کی توہین، قرآن مجید کی توہین، مسلمانوں کی دل

آزاری اور اسلام میں مختلف قسم کے من گھڑت قصے بیان کر کے عیب لگانا اور اسلام کے چہرے کو داغدار کرنا شامل تھا۔

قرآن مجید میں مسلمانوں کے لئے حکم آیا کہ اگر ایسی محفلوں میں بیٹھے ہوں اور گفتگو میں دین مخالف اور اسلام مخالف یا رسول اللہ ﷺ کی شخصیت پر عیب جوئی جیسے موضوعات چھڑ جائیں تو وہاں سے اُٹھ جائیں۔ مخلص اہل ایمان کو تو ایسی محفلوں میں شرکت کا وقت ہی نہیں تھا پھر بھی کبھی ایسا ہوتا تو وہ اُٹھ جاتے۔ مگر بعض لوگ وہاں سے نہ اُٹھتے اور گفتگو کی لذت اور رنگینی سے لطف اندوز ہوتے اور متاثر ہوتے۔ یہ منافقین تھے اور قرآن پاک میں فرمایا گیا کہ جو ان محفلوں سے احتجاجاً (UNDER PROTEST) نہیں اُٹھیں گے ان کے دل ویسے ہی ہو جائیں گے۔

آج مسلمانوں میں سے غیر مسلموں کے اشتراک سے ٹی وی چینلز، کیبل چینلز اور انٹرنیٹ کیفے کے نام سے مسلمان عوام اور نوجوانوں کو اسلام سے برگشتہ اور دور کرنے کے لئے ہر طرح کا حربہ استعمال کرتے ہیں حتیٰ کہ کرکٹ اور سپورٹس کے نام بھی بے حیائی، بے راہ روی، خاندان کے ادارے سے نفرت نکاح اور گھر گھرستی کی زندگی سے دوری سکھائی جاتی ہے جس سے غیر شعوری اور غیر محسوس طریقے پر لوگوں کے دلوں میں اسلام کی محبت ختم ہوتی جا رہی ہے۔

یہ لوگ ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہیں جو آپ ﷺ کے دورِ مبارک میں منافقین کی تھیں اور اُن سے بچنے کا حکم دیا گیا تھا۔ لہٰذا آج کے ان پروگراموں کو چلا کر بے راہ روی پھیلانے والوں کے کردار سے بھی ہر وقت ALERT رہنے کی ضرورت ہے اور ان کی سرگرمیوں سے دور رہنے کی ضرورت ہے تاکہ اپنے ایمان کو محفوظ رکھا جا سکے۔ یہی لوگ ہیں جو حضرت محمد ﷺ کے ساتھ وفاداری کا نہ اعلان کرتے ہیں نہ دم بھرتے ہیں بلکہ اس وفاداری کے تقاضوں کے خلاف مسلمانوں کو ستانے، ایذائیں دینے اور آپ ﷺ کی کردار کشی کے اسباب کو فروغ دینے کا کام کر رہے ہیں۔

☆ اذا لقوا الذین امنوا، قالوا آمنا......

آپ ﷺ کے دورِ مبارک میں منافقین بظاہر مسلمان کلمہ گو اور مسلمانوں میں شریک سمجھے جاتے تھے مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھتے مشوروں میں شریک ہوتے جب اہل ایمان

سے ملتے تو اپنے ایمان کا یقین دلاتے اور جب دشمنوں کے پاس جا کر (جن کے ایجنٹ بنے ہوئے تھے) ان کے ساتھ مسلمانوں کے بارے اپنی خفیہ معلومات SHARE کر رہے ہوتے تو ان کو یقین دلاتے کہ اصلاً ہم تمہارے ساتھ ہیں، مسلمانوں کو تو ہم 'بے وقوف' بنا رہے تھے۔

آج بھی مسلمانوں میں سے دشمنوں کے لئے کام کرنے والے لوگ، غیر ملکی ایجنسیوں سے رقوم لے کر مسلمانوں کے اندرونی معاملات کی خبریں دینے والے، تمام NGO's کے ڈائریکٹرز اور مالکان بھاری رقوم کے عوض یہ کام کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں اور مسلمانوں سے مسلمانوں کے چہرے ساتھ ملتے ہیں اور اپنے سرپرستوں سے ان کے چہروں کے ساتھ ملتے ہیں آج اس کی عملی شکل کئی مسلمانوں کی دوہری شہریت ہے۔ اپنے ملک اور مسلمانوں کی وفاداری کا اعلان ہے اور غیر مسلم ممالک کی وفاداری اُن کے آئین کی پاسداری وغیرہ جیسے 'حلف' ایسے لوگوں کو دورِ حاضر کے منافقین شمار کرانے کے لئے کافی ہیں۔

☆ اُوپر درج کردہ علامات کی طرح اور کئی باتیں ہیں جن کے ارتکاب کرنے والے آپ ﷺ کے دور میں منافقین کہلاتے تھے اور ان کے مقابلے میں مسلمانوں کو آپ ﷺ سے وفاداری کا اعلان اور آپ ﷺ کے احکام کے سامنے سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا اور تسلیم کی کیفیت پیدا کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور اس کا اظہار درود شریف اور اسلام کی شکل میں تھا گویا کہ یہ اس بات کی نشانی تھی کہ ہم منافق نہیں ہے ہم مخلص مسلمان ہیں۔ آج کے دور میں مخلص مسلمانوں کو آپ ﷺ سے وفاداری اور سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا والی زندگی کا عادی بننا چاہئے اور منافقوں والے کردار سے حتیٰ المقدور دور رہنا چاہئے تاکہ ایمان کی حفاظت ہو سکے۔

حضرت محمد ﷺ سے ہماری نسبت اُمتی کی وجہ سے ___

ہم پر لازم ہے کہ ہم :-

☆ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی مدد کریں۔ اس کے غلبے کی جدوجہد کریں اور دنیا کے کونے کونے میں اسم 'محمد ﷺ' سے اُجالا کرنے کا عزم کریں۔

☆ آپ ﷺ سے وفاداری، وفاکیشی، تسلیم کا اظہار کریں اور ہو سکے تو حضرت عبادہ بن

صامت رضی اللہ عنہ والی حدیث کے الفاظ میں کسی سے بیعت ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کے اعلیٰ درجے پر قدم رکھا دیں پھر اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ وہ ہمیں اس کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق بخشے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی نصیب فرمائے۔اسی طرزِعمل کا نام آج کے دور میں غلامیٔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

☆ نماز کا اہتمام کریں اس کے علاوہ بھی تہجد اور نوافل کا کوئی اپنے لئے معیار بنائیں ار اس کو نبھانے کی کوشش کریں۔تا کہ ہماری طرف سے اضافی صلوٰۃ اور سلام کے تحفے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوتے رہیں۔جب ہماری طرف سے صلوٰۃ وسلام کے تحفے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفاداری والے طرزِ عمل کے ساتھ پیش ہوں گے تو اس طرح شاید ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حقدار بن سکیں۔

یہ ہماری بدنصیبی ہوگی ـــــ کہ دعویٰ تو رکھیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہونے کا ـــــ مگر:-

☆ ہماری عملی زندگی عمل سے خالی ہو۔
☆ نماز سے خالی ہو۔
☆ عبادات (روزہ، زکوٰۃ، حج) سے خالی ہو۔
☆ دین کے غلبہ کی جدوجہد سے خالی ہو۔
☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کے جذبے سے خالی ہو۔
☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے سے خالی ہو۔

ایک جزوی نصیحت

اہل ایمان کو چاہیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری کردہ باہمی السلام علیکم کو فروغ دیں اس کی فضلیت حدیثوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے فرمائی ہے۔جس سے دل میں یہ ہو کہ ہم عام مسلمانوں سے وفادار ہیں اور ان کے خلاف دشمن کی کسی ایجنسی کے ہتھے نہیں چڑھ گئے یا منافق نہیں ہوگئے۔

اس بات سے اجتناب کی ضرورت ہے کہ ہم کہیں سلام سے اجتناب کر کے منافقین کی

فہرست میں نہ شامل ہوجائیں اور مدینہ منورہ حاضری ہوتو وہاں بھی سلام پیش نہ کرکے اپنی منافقت پر مہرتصدیق سے ثبت کرالیں۔

ایک تنبیہ

آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور ہر مخلص مسلمان اپنے ایمان کے مطابق اس کی ادائیگی کی کوشش بھی کرتا ہے۔بعض علماء وصلحاء نے اپنی طرف سے صلوٰۃ اور سلام کے طریقے بنالئے ہیں۔ یہ ہر شخص کی ذوق کی بات ہے انہیں ان خود بنائے ہوئے طریقوں پر اصرار نہیں کرنا چاہئے اور دوسرے مسلمانوں کو اِنہیں مناسب انداز میں ٹوکتے رہنا چاہئے۔ یہ دعوت وتبلیغ کا میدان ہے اور یہ دونوں کام جاری رہیں گے اور قیامت کے دن فیصلہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے حبیب ﷺ پر صلوٰۃ اور سلام کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

حضرت محمد ﷺ پر درود وسلام یا اظہارِ یکجہتی وفاداری وتسلیم واتباع ہی مسلمان معاشرے کی پہچان ہے

قرآن کے احکام میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ بھی ہے۔قرآن مجید کی اہمیت ہے۔ختم نبوت کا اعلان ہے۔اس طرح آپ ﷺ سے وفاداری اور کامل اِتباع وتسلیم بھی اس طرح ہونی چاہئے کہ معاشرے میں نمایاں طور پر محسوس ہو۔ ہمارے طرزِ عمل، ہمارے انداز گفتگو، ہمارے لہجے، محاورے، ثقافت، تہذیب، اجتماعات اور اظہار مافی الضمیر کے ہر موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ اہل ایمان کی کامل وفاداری اور سپردگی وتسلیم کے جذبات پھوٹتے نظر آنے چاہئیں۔

ذرا غور فرمایئے! جنگ خندق کے موقع پر یہ آیت (56-33) اُتری مسلمان اسی قسم کے طرزِ عمل کا پہلے ہی اظہار کرتے تھے۔اس جنگ سے پہلے خندق کھودتے ہوئے مسلمانوں کی زبان پر جو اشعار جاری تھے وہ اسی کیفیت کے عکاس ہیں۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا

عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

یہی کیفیت عام مسلمانوں سے مطلوب تھی جس کے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ منافقین الگ نظر آنے لگے اس کے باوجود مسلمانوں کی طرف سے آپ ﷺ کے ساتھ ادب و احترام اور تسلیم کے جذبات میں پہلے سے اضافہ ہوگیا۔

اس غزوہ کے جلدی بعد مسلمان آپ ﷺ کی معیت میں عمرہ کی ادائیگی کے لئے روانہ ہوئے۔ 1400 مؤمنین صادقین کی یہ جماعت جو حدیبیہ کے مقام پر پڑاوٗ ڈال کررُکی۔ انہیں عمرہ سے رُوک دیا گیا۔ طویل مذاکرات اور ملاقاتوں کے بعد صلح حدیبیہ کے معاہدہ پر دستخط ہوئے۔

اس موقع پر آپ ﷺ سے اظہارِ یکجہتی ادب و احترام اور تسلیم کے جو جذبات دیکھنے کو ملے وہ اصل میں بڑے فیصلہ کن تھے کہ مکہ کے لوگ آپ ﷺ کے ساتھ صلح پر آمادہ ہوئے۔ ان میں ایک 'بیعت علی الموت' بھی تھی۔ جو ایک درخت کے نیچے لی گئی اور اس کا ذکر قرآن پاک میں آ گیا تا کہ رہتی دنیا تک سند رہے اور بعد کے مسلمانوں کے لئے یاد دہانی۔

اسی نسبت سے وہ خوش نصیب ہستیاں اصحابُ الشجرہ کہلائیں۔ وہ چیز ــــــ اسی آیت (33-56) کے نزول کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں آپ ﷺ سے محبت، وفاداری، وفاکیشی اور اپنی جان سے زیادہ آپ کو عزیز رکھنے کا جذبہ تھا اور حکم ماننے میں پہل کرنے کا جذبہ تھا جو ظاہر ہوا۔ اسی جذبے کا آج بھی مسلم معاشرے کی پہچان بنانے کی ضرورت ہے۔

حاصل کلام

ہمارے نزدیک اس خصوصی اشاعت کی کاوش کا حاصل یہ ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان:

(ا) سَلِّمُوا تَسْلِيمًا کے تقاضے کے طور پر پورے دین پر عمل کرنے کا عہد کرے۔ حضرت محمد ﷺ سے سمع و طاعت، آپ ﷺ کا ہر فیصلہ بہ دل و جان قبول کرنے، دنیا کی ہر چیز (بشمول اپنی جان اور والدین و اولاد) سے زیادہ آپ ﷺ کو محبوب سمجھنے اور دین کے لئے جان و مال خرچ کر کے شہادت حاصل کرنے کا آرزومند رہے اور اپنے اس عہد کے اظہار کے لئے آپ ﷺ کو سلام پیش کرتا ہے۔

(ب) اپنے اس عہد کو نبھانے کے لئے جس ہمت، حوصلہ، تائید و توفیق اور رہنمائی کی ضرورت ہے اس کے لئے آپ ﷺ کی مخلوقات پر عظمت مطلقہ کا دل سے اقرار کرے، آپ ﷺ کا اُمتی ہونے کی نسبت پر فخر کرے اور آپ ﷺ کے احسانات کو یاد کر کے آپ ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود (صلوٰۃ) پڑھے۔ یہ صلوٰۃ اللہ کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا مجرّب ترین نسخہ ہے اور یہ صلوٰۃ اہل ایمان کو ظلمات (گمراہیوں) سے نکال کر نور (ہدایت) کی طرف لے جانے کا ذریعہ بنتی ہے (قرآن 33-43) لہٰذا ـــــ جتنی جلدی صالحیت سے شہادت وصدیقیت کا سفر طے کرنے کا عزم ہوا تنا زیادہ آپ ﷺ کو صلوٰۃ وسلام پیش کرنا چاہئے۔

(ج) یہ صلوٰۃ وسلام ہر نماز کے آخری تشہد میں بھی ہے اس کے علاوہ بھی بہت سے مواقع ہیں جہاں آپ ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا چاہئے۔

(د) آپ ﷺ کا ذکر اور تذکرہ ہو جائے تو لازماً آپ ﷺ پر درود شریف اور سلام پیش کرنا چاہئے یہ گویا اس بات کا اعلان ہے کہ جس ہستی کا نامِ نامی (فداہ آباؤنا واُمھاتنا) آیا ہے بھئی میں تو اُن کا وفادار ہوں اور تسلیم 'سمع وطاعت' واتباع پر قائم ہوں۔

(ہ) آپ کو پیش کردہ صلوٰۃ وسلام کا تحفہ آپ ﷺ تک پہنچا دیا جاتا ہے اور یوں اُمت محمدی ﷺ میں شامل افراد میں جو روزانہ، ماہانہ یا سالانہ RANKING بنتی ہے اس پر خلوص واخلاص کے ساتھ بھیجا گیا صلوٰۃ وسلام کا یہ تحفہ اثر انداز ہوتا ہے اور ہمت والا انسان ہوتو 'مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْر' کے سفر میں دوسروں کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل جاتا ہے۔

(و) اور جب کبھی مدینہ منورہ حاضر ہوکر آپ ﷺ کے پاس ریاض الجنۃ میں حاضری کا موقع نصیب ہوتو وہاں السلام علیک یا رسول اللہ اور صلوٰۃ کا نذرانہ بھی پیش کرنا نہ بھولیں کوئی اور واقف اور مخلص مسلمان حرمین شریفین جارہا ہوتو اس کے ذریعے بھی اپنی وفاداری کا پیغام سلام ضرور بھجواتے رہیں اور پورے دین پر کاربند رہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس اہم تقاضے کو پورا کرنے کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ

صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ

وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ

وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَات

(رواه البيهقی فی شعب الايمان، عن ابی سعيد الخدری رضی اللہ عنہ)

السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اس پر کہ جو سچائی کی خاطر دُکھ اُٹھاتا تھا
سلام اس پر کہ جو بھوکا رہ کر اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اس پر جو اُمت کے لیے راتوں کو روتا تھا
سلام اس پر جو فرشِ خاک پر جاڑوں میں سوتا تھا

سلام اس پر جو دنیا کے لیے رحمت ہی رحمت ہے
سلام اس پر کہ جس کی ذات فخر آدمیّت ہے

سلام اس ذات پر جس کے پریشاں حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالدؓ و حیدرؓ کے افسانے

درود اس پر کہ جو تھا صدرِ محفل پاکبازوں میں
درود اس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نمازوں میں

(ماہرالقادری)

دعائے تشہد

اَلتَّحِیَّاتُ
لِلّٰہِ وَ الصَّلَوَاتُ وَ الطَّیِّبَاتُ
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ أَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ
اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِینَ
أَشْھَدُ أَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

بخاری ومسلم

سلام بر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

صبا بسوئے مدینہ روکن، ازیں دُعا گو سلام برخواں
بگرد شاہ مدینہ گرد و بصد تضرع پیام برخواں
بباب رحمت گھے گزرکن بباب جبریلؑ گھے جبیں سا
سلامِ ربی علی حبیبیؐ گھے ببابُ السلام برخواں
بنہ بچندیں ادب طرازی، سرارادت بخاک آں کو
صلٰوۃ وافر بروح پاک جناب خیرالانام برخواں
بہ لحن داؤد ہم نوا شوٗ بہ نالۂ درد آشنا شو
بہ بزم پیغمبرؐ ایں غزل را، زعبد عاجز نظام برخواں

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ